احمدی نوجوانوں کے لئے

ایڈیٹر
مبشر احمد ایاز

مارچ 91ء

تقریب شادی

مورخہ 24 دسمبر 1990ء کو مکرم مرزا عبدالصمد احمد صاحب مہتمم اطفال مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان ابن مکرم مرزا رفیع احمد صاحب کی شادی ہمراہ مکرمہ صوفیہ احمد صاحبہ بنت مکرم چوہدری ناصر احمد صاحب سیال و محترمہ صاحبزادی امتہ الجمیل صاحبہ انجام پائی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ لڑکا اور لڑکی دونوں حضرت خلیفہ المسیح الثانی کے بالترتیب پوتا اور نواسی ہیں۔
تقریب رخصتانہ کے موقع پر مکرم حضرت مولوی محمد حسین صاحب نے دعا کروائی۔ اگلے روز مکرم صاحبزادہ صاحب نے اپنی کوٹھی پر دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا جس میں خاندان حضرت مسیح موعود کے افراد ناظران، وکلاء تحریک جدید اور کارکنان نے شرکت کی اس موقع پر حضرت مولوی محمد حسین صاحب رفیق حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے دعا کروائی۔
احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے ہر لحاظ سے مبارک کرے اور دین و دنیا میں اپنے فضلوں اور رحمتوں کا مورد بنائے۔

تقریب شادی

مورخہ 91-2-9 کو مکرم سید خالد احمد صاحب نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان ابن مکرم سید داؤد مظفر صاحب کی شادی ہمراہ مکرمہ ماریہ صاحبہ بنت مکرم میجر سید سعید احمد صاحب لاہور سے انجام پائی۔ مکرم سید خالد احمد شاہ صاحب حضرت المصلح الموعود کے نواسہ اور محترمہ ماریہ صاحبہ حضرت میر محمد اسحاق صاحب کی نواسی ہیں اس موقع پر صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ نے دعا کروائی۔ اگلے روز محترم شاہ صاحب نے اپنی کوٹھی پر دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا۔ جس میں خاندان حضرت مسیح موعود کے افراد ناظران، صدر انجمن احمدیہ وکلاء تحریک جدید اور کارکنان نے شرکت کی۔
احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے ہر لحاظ سے مبارک کرے اور دین و دنیا میں اپنے فضلوں اور رحمتوں کا مورد بنائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احمدی نوجوانوں کے لئے

ماھنامہ

خالد

ربوہ

مارچ 1991ء

امان 1370ھش

ایڈیٹر
مبشر احمد ایاز

جلد 38۔ شمارہ 5

قیمت فی پرچہ 3 روپے

سالانہ 30 روپے

فہرست مضامین

پبلشر۔ مبارک احمد خالد، پرنٹر قاضی منیر احمد، مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت دفتر ماہنامہ خالد دار الصدر جنوبی ربوہ

کلام الامام۔ امام الکلام

"سوائے قوم کے بزرگو! اور دانشمندو! ذرہ ٹھنڈے ہو کر واقعات پر غور کرو۔ کیا یہ واقعات کاذبوں سے ملتے ہیں یا سچوں سے۔ کبھی کسی نے سنا کہ کاذب کیلئے آسمان پر نشان ظاہر ہوئے۔ کبھی کسی نے دیکھا کہ کاذب اپنے عجوبوں میں صداقتوں پر غالب آسکا۔ کیا کسی کو یاد ہے کہ کاذب اور مفتری کو افتراؤں کے دن سے ۲۵ برس تک مہلت دیگی۔ جیسا کہ اس بندہ کو۔ کاذب یوں ملاجاتا ہے جیسے کھٹمل اور ایسا نابود کیا جاتا ہے جیسا کہ ایک بلبلہ۔ اگر کاذبوں اور مفتریوں کو اتنی مدتوں تک مہلت دی جاتی اور صادقوں کے نشان ان کی تائید کیلئے ظاہر کئے جاتے تو دنیا میں اندھیر پڑ جاتا اور کارخانہ الوہیت بگڑ جاتا۔ پس جب تم دیکھو کہ ایک مدعی پر بہت شور اٹھا۔ اور اسکی مخالفت پر دنیا جھک گئی۔ اور بہت آندھیاں چلیں اور طوفان آئے پر اس پر کوئی زوال نہ آیا۔ تو فی الفور سنبھل جاؤ اور تقوٰی سے کام لو۔ ایسا نہ ہو کہ تم خدا سے لڑنے والے ٹھہرو۔

صادق تمہارے ہاتھ سے کبھی ہلاک نہیں ہوگا۔ اور راستباز تمہارے منصوبوں سے تباہ نہیں کیا جائے گا۔ تم بد قسمتی سے بات کو دور تک مت پہنچاؤ کہ جس قدر تم سختی کرو گے وہ تمہاری طرف ہی عود کریگی۔ اور جس قدر اس کی رسوائی چاہو گے وہ الٹ کر تم پر ہی پڑے گی۔ اے بد قسمتو! کیا تمہیں خدا پر بھی ایمان ہے یا نہیں۔ خدا تمہاری مرادوں کو اپنی مرادوں پر کیونکر مقدم رکھ لے۔ اور اس سلسلہ کو جس کا قدیم سے اس نے ارادہ کیا ہے کیونکر تمہارے لئے تباہ کر ڈالے۔ تم میں سے کون ہے جو ایک دیوانہ کے کہنے سے اپنے گھر کو مسمار کر دے اور اپنے باغ کو کاٹ ڈالے۔ اور اپنے بچوں کا گلا گھونٹ دے۔ سوائے نادانوں! اور خدا کی حکمتوں سے محرومو! یہ کیونکر ہو کہ تمہاری احمقانہ دعائیں منظور ہو کر خدا اپنے باغ اور اپنے گھر اور اپنے پروردہ کو نیست و نابود کر ڈالے۔ ہوش کرو اور کان رکھ کر سنو! کہ آسمان کیا کہہ رہا ہے اور زمین کے وقتوں اور موسموں کو پہچانو تا تمہارا بھلا ہو۔ اور تا تم خشک درخت کی طرح کاٹے نہ جاؤ اور تمہاری زندگی کے دن بہت ہوں۔ بیہودہ اعتراضوں کو چھوڑ دو۔ اور ناحق کی نکتہ چینیوں سے پرہیز کرو اور فاسقانہ خیالات سے اپنے تئیں بچاؤ۔ جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ۔ (سراج منیر صفحہ ۲)

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

برموقعہ جلسہ سالانہ قادیان۔ بھارت

منعقدہ ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۹۹۰ء

"پیارے شرکائے جلسہ سالانہ قادیان!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ کا بہت احسان ہے کہ اس نے آپ کو اس عظیم بابرکت اجتماع میں شرکت کی توفیق عطا فرمائی ہے جس کی بنیاد سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود..... نے ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کو اس مقدس بستی قادیان میں رکھی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس پہلے جلسہ میں حاضرین کی تعداد ۷۵ تھی لیکن غالباً اس تعداد میں عورتوں کو شامل نہیں کیا گیا تھا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے لئے علیحدہ انتظام ہی شروع نہ ہوا ہو۔ خدا کی تقدیر نے بعد ازاں ثابت فرمادیا کہ جس مبارک وجود نے اس جلسہ کی داغ بیل ڈالی اور اس کے چند مصاحب جو اس جلسہ میں شریک ہوئے ان کا مقام خدا کی نظر میں بہت بلند تھا اور ان کی عاجزانہ راہیں خدا کو پسند آئیں۔ چنانچہ آج جب کہ تقریباً ایک سو سال اس سے پہلے جلسہ کو گزر چکے ہیں اس عرصہ میں دنیا بھر میں اتنے ممالک میں جماعتیں قائم ہوچکی ہیں کہ حاضرین جلسہ کی تعداد سے ان ممالک کی تعداد کہیں زیادہ ہے اور ان میں سے ہر ملک میں ان کے سالانہ جلسوں کے شرکاء کی حاضری بھی ۷۵ سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ آخری جلسہ جس میں مجھے پاکستان میں شمولیت کی توفیق ملی اس ایک جلسہ میں خدا کے فضل سے ڈھائی لاکھ سے زائد مردوزن شریک تھے۔ انگلستان کے گذشتہ جلسہ میں بھی ۸ ہزار کے لگ بھگ اور جرمنی کے جلسہ میں ۱۰ ہزار سے زائد حاضری تھی۔

اسی طرح افریقہ اور یورپ اور ایشیا کے بکثرت ایسے ممالک ہیں جن میں ہزارہا کی تعداد میں جلسوں میں شرکت کی جاتی ہے۔ پس خدا کے فضل کے ساتھ

باہرگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں

کا منظر دنیا میں ہر طرف دکھائی دیتا ہے

میری نصیحت آپ کو یہ ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے تعداد میں اتنی برکت دی ہے اور حضرت مسیح موعود کی اس دعا کو غیر معمولی طور پر شرف قبولیت بخشا ہے کہ "اک سے ہزار ہوویں باہرگ و بار ہوویں" وہاں ہمیشہ

اس دعا کے دوسرے حصہ پر بھی آپ کی نظر رہے اور ایسے نیک اعمال بجالائیں کہ آپ حضرت مسیح موعود کی روحانی اولاد کے طور پر حضرت مسیح موعود کی نیک تمناؤں پر پورا اترنے والے ہوں اور آپ کے حق میں حضرت مسیح موعود کا یہ منظوم کلام پوری شان سے صادق آئے۔

اہل وقار ہوویں فخر دیار ہوویں

حق پر نثار ہوویں مولا کے یار ہوویں

بیعت لدھیانہ کے ذریعہ ۱۸۸۹ء میں حضرت مسیح موعود کے ہاتھوں سے مشیت الٰہی نے جماعت احمدیہ کی بنیاد ڈالی۔ اس عظیم تاریخ ساز واقعہ کی یاد میں جماعت احمدیہ عالمگیر نے ۱۹۸۹ء کو سو سالہ جشن تشکر کے سال کے طور پر منایا۔ پس اگر پہلے جلسہ کی بنیاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے جلسہ تشکر کے انعقاد کا انتظام کیا جائے تو اس کے لئے موزوں سال ۱۹۹۱ء بنے گا۔

احباب جماعت سے میں یہ درخواست کرتا ہوں کہ میری اس دلی تمنا کو برلانے میں دعاؤں کے ذریعہ میری مدد کریں کہ ہم آئندہ سال جب قادیان میں تاریخی جلسہ تشکر منعقد کر رہے ہوں تو میں بھی اس میں شریک ہوسکوں اور کثرت سے پاکستان کے احمدی احباب بھی اس میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کریں۔

اس دعا کے ساتھ یہ دعا بھی لازم ہے کہ خدا تعالیٰ ہندوستان کو امن عطا فرمائے اور ہندوستان کے شمال و جنوب میں نفرتوں کی جو تحریکات چلائی جارہی ہیں اور ہندوستانی بھائی اپنے ہندوستانی بھائی کے خون کا پیاسا ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے یہ وحشت دور کرے اور سارے ہندوستان کو انسانیت کی اعلیٰ اقدار کے ساتھ وابستہ ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ہندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں اور پارسیوں اور دیگر مذاہب کے سب لوگوں کو اختلاف مذہب کے باوجود ایک دوسرے سے محبت کرنے اور ایک دوسری کا احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور یہ بات سب اہل ہند کے دل میں جاگزیں فرمادے کہ کوئی سچا مذہب خدا کے بندوں سے نفرت کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ مذہب کی صداقت کا نشان یہی ہے کہ بندگان خدا سے رحمت و شفقت کی تعلیم دے۔ یاد رکھیں کہ جو مخلوق سے محبت نہیں کرتا وہ خالق سے بھی محبت نہیں کرتا۔

پس احباب جماعت کو کثرت سے دعائیں کرنی چاہئیں کہ اللہ تعالیٰ ہندوستان کو اور اسی طرح باقی دنیا کو بھی امن نصیب عطا فرمائے۔ قیام امن کے سلسلہ میں جماعت احمدیہ عالمگیر کو میں پہلے ہی بارہا نصیحت کرچکا ہوں اب خصوصیت سے ہندوستان کی جماعتوں کو اس طرف متوجہ کر رہا ہوں۔ آئندہ سال کے تاریخی جلسہ کے انعقاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے پہلے سے بھی بڑھ کر ہندوستان کے لئے اور اپنی قوم کے لئے دعائیں بھی کریں اور کوشش بھی۔ خدا تعالیٰ آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔ آپ کو ہر قسم کی مشکلات اور مصائب سے نجات بخشے۔ ہر قسم کے خطرات سے بچائے۔ یہ دن جو آپ قادیان میں گزارنے کے لئے آئے ہیں ان کا ہر لمحہ مبارک کرے۔ روحانی فیوض سے آپ کے دامن بھر دے اور روحانی دولت سے مالامال ہو کر آپ خیر و عافیت سے اپنے وطن اور گھروں کو لوٹیں اور جو فیض آپ نے یہاں سے پایا ہے اسے دوسروں تک بھی پہنچانے کی سعادت حاصل کریں۔

والسلام خاکسار

(دستخط) مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع

مکرم ظہیر احمد خان صاحب
(نائب مدیر کے قلم سے)

روزہ

صوم (روزہ) کے لغوی معنی الامساک عن الشی والترک لہ کے ہیں۔ یعنی کسی چیز سے رکنا اور اسے چھوڑ دینا۔ (لسان العرب: فصل الصاد حرف المیم)

روزہ مختلف شکلوں میں قدیم مذاہب کا حصہ رہا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں لکھا ہے:

Fasting At Special Times Is Also Charecteristic Of The World's Great Religions.

(انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا جلد 9 زیر لفظ FASTING)

یعنی مخصوص اوقات میں روزہ دنیا کے بڑے مذاہب کی خصوصیت رہا ہے۔ اس بات کی تصدیق کے لئے جب ہم تورات کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہاں پر حضرت موسیٰ کے روزہ کا ذکر کچھ یوں ملتا ہے۔

"میں (یعنی موسیٰ) چالیس دن اور چالیس رات وہیں پہاڑ پر رہا اور نہ روٹی کھائی اور نہ پانی پیا"۔ (استثناء باب نمبر 9 آیت نمبر 9)

اسی طرح بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام بھی اس مقدس فریضہ کو بجالاتے رہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لیکن میں نے تو ان کی بیماری میں جب وہ بیمار تھے ٹاٹ اوڑھا اور روزے رکھ رکھ کر اپنی جان کو دکھ دیا"۔ (زبور باب نمبر 35 آیت نمبر 13)

حضرت داؤد علیہ السلام کے علاوہ تورات نے یسعیاہ، دانی ایل، یوایل اور ذکریا علیہ السلام کے روزوں کا ذکر کیا ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے متبوع حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روزوں میں یہاں تک اتباع کی کہ چالیس دن اور چالیس رات روزہ رکھ کر ظاہر گنتی کو بھی پورا کیا۔ متی میں لکھا ہے۔

"اور چالیس دن اور چالیس رات فاقہ کر کے آخر کو اسے بھوک لگی"۔ (متی باب نمبر 4 آیت نمبر 2)

انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ان کی امتوں نے بھی روزہ جیسی بابرکت عبادت سے فائدہ اٹھایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو روزہ کے بارے میں جو احکام دئے متی نے اسے محفوظ کیا۔ چنانچہ لکھا ہے:

"جب تم روزہ رکھو تو ریاکاروں کی طرح اپنی صورت اداس نہ بناؤ کیونکہ وہ اپنا منہ بگاڑتے ہیں تاکہ لوگ ان کو روزہ دار جانیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر پاچکے"۔ (متی نمبر 62 آیت نمبر 16)

ہندو مت کی کتاب "دھرم سندھو" میں ہندوؤں کے مختلف قسم کے روزوں کا ذکر ملتا ہے جن کو وہ برت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس کتاب میں مختلف قسم کے برتوں کے لئے الگ الگ شرائط اور قیود کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

اسی طرح تاریخ میں ہندوؤں کے علاوہ جین مت اور زرتشتی مذہب والوں کے روزوں کا ذکر بھی آیا ہے۔ (تفسیر کبیر از حضرت مصلح موعود جلد نمبر 2 صفحہ 373)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عربوں میں بھی روزوں کا رواج تھا۔ چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ عاشورہ یعنی دسویں محرم کا روزہ جاہلیت میں قریش رکھا کرتے تھے۔ (بخاری کتاب الصوم باب صیام یوم عاشوراء)

ان مذاہب میں روزوں کی موجودگی کے ساتھ ساتھ روزہ کا احترام بھی پایا جاتا تھا اور وہ مانتے تھے کہ روزہ برائی سے نجات اور روحانی ترقی کا ایک ذریعہ ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے حواری جب ایک دفعہ بدروح یعنی کسی بدی سے نجات حاصل نہ کرسکے تو حواریوں کے پوچھنے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا

فرمایا

"کہ یہ قسم دعا اور روزہ (بعض اناجیل میں روزہ کا لفظ نکال دیا گیا ہے) کے سوا کسی اور طرح نہیں نکل سکتی"۔
(مرقس باب نمبر 9 آیت نمبر 29)

یعنی بدی اور برائی سے نجات کے لئے جہاں دعا کرنا ضروری ہے وہاں روزہ جیسی عبادت سے بھی فائدہ اٹھانا لازمی ہے۔

اسلام نے جس طرح دوسرے امور میں قدیم مذاہب کی خوبیوں کو اپنایا وہاں ان میں موجود ایک اچھی عبادت کو بھی اپنے پیروؤں کے لئے ضروری سمجھا چنانچہ 2 ہجری میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان الفاظ میں اس عبادت کا حکم صادر فرمایا:

یَا اَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ (سورۃ البقرہ۔ آیت نمبر ۱۸۴)

یعنی اے ایمان والو! تم پر بھی روزوں کا رکھنا اسی طرح فرض کیا گیا ہے جس طرح ان لوگوں پر فرض کیا گیا جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں تاکہ تم روحانی اور اخلاقی کمزوریوں سے بچو۔

یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اسلام نے اپنے پیروؤں کو ویسے روزے رکھنے کا حکم دیا جیسے روزے اس سے پہلے مذاہب میں رکھے جاتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام سے پہلے مذاہب میں روزوں کی شکل مختلف تھی۔ کسی مذہب میں ایسے روزے ہوتے تھے جنہیں وصال کہتے ہیں کہ درمیان میں سحری نہ کھانا۔ اس قسم کے روزوں میں صرف شام کے وقت روزہ کشائی کی جاتی اور دوسری سحری نہ کھا کر متواتر آٹھ پہر روزہ رکھا جاتا۔

کسی جگہ روزہ کشائی شام کو بھی نہ ہوتی اور تین تین چار چار دن متواتر روزہ رکھا جاتا۔ کوئی مذہب روزے میں اس بات کا قائل دکھائی دیا کہ گوشت نہیں کھانا۔ اس کے علاوہ جو چیز دل چاہے اور جتنی مقدار میں چاہے کھالو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ پس روزہ کے بارے میں مختلف اقوام میں اختلاف پائے جاتے ہیں اور اپنے اپنے زمانے میں ان احکام میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں بھی پوشیدہ ہوں گی۔ پس پہلی قوموں میں روزے تو تھے مگر شکل وہ نہ تھی جو اسلام میں ہے۔

اسلام نے جس روزہ کا حکم دیا شرعی اصطلاح میں اس کا مطلب کسی ایسے شخص کا جو احکام شریعت کا مکلف ہو طلوع فجر سے غروب آفتاب تک روزے کی نیت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ارادۃً کھانے پینے، جماع اور ہر قسم کی لغویات سے مجتنب رہنا ہے۔ (مفردات)

قرآن کریم کی سورت بقرہ کی آیت نمبر 183 تا نمبر 188 میں اسلامی روزوں کی بابت مکمل ہدایات بیان فرمائی گئیں ہیں۔ ان آیات کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کی عبادت کامل شکل میں پہلی دفعہ مسلمانوں میں ہی رائج ہوئی۔

اسلام کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ وہ اپنے احکامات کی حکمتیں اور ان آیات کی غرض و غایت بھی بیان کرتا ہے۔ چنانچہ جہاں روزے کا حکم دیا وہاں پر اس کی غرض وغایت اور فوائد کی طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ لعلکم تتقون تاکہ تم میں اتقاء پیدا ہو اور تم ہر قسم کی برائیوں، کمزوریوں اور بیماریوں سے محفوظ ہو جاؤ۔

سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کے قلب مطہر پر قرآن پاک کا نزول ہوا آپ نے قرآن کے اس فرمان کی تفسیر "الصیام جنۃ" کہہ کر فرمادی۔ (بخاری کتاب الصوم) کہ جس طرح جنگ میں ڈھال کے ذریعہ تم اپنے آپ کو ہر قسم کے حملہ اور وار سے بچاتے ہو اسی طرح یہ روزہ بھی تم کو ہر قسم کی برائی اور بیماری سے بچانے کے لئے ہے نیز عالم آخرت میں تمہیں آگ سے محفوظ رکھنے کا ایک ذریعہ ہے۔

اس زمانہ کے حکم و عدل حضرت مسیح موعود..... روزہ کی حقیقت یوں بیان فرماتے ہیں۔

"تیسری بات جو اسلام کا رکن ہے وہ روزہ ہے۔ روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے۔ بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر

کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشاء اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مد نظر رکھنا چاہیئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اسے چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کے لئے تسلی اور سیری کا باعث ہے۔ اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے"۔ الحکم جلد 2 مورخہ 17 جنوری 1907ء صفحہ 9 بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود سورۃ البقرہ۔ صفحہ 258،259)

سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الثانی فرماتے ہیں:

"حضرت خلیفہ المسیح الاول فرماتے تھے کہ جو انسان روزہ میں اپنی چیزیں خدا کے لئے چھوڑتا ہے۔ جن کا استعمال کرنا اس کے لئے کوئی قانونی اور اخلاقی جرم نہیں تو اس سے اسے عادت ہوتی ہے کہ غیروں کی چیزوں کو ناجائز طریق سے استعمال نہ کرے اور ان کی طرف نہ دیکھے اور جب وہ خدا کے لئے جائز چیزوں کو چھوڑتا ہے تو اس کی نظر ناجائز چیزوں پر پڑ ہی نہیں سکتی"۔ (الفضل 17 دسمبر 1966ء صفحہ 8)

سیدنا حضرت مصلح موعود نے اس قرآنی حکم کو یوں کھول کر بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"روزہ ایک اہم...... عبادت ہے مگر اس کا فائدہ بھی خود انسان کو پہنچتا ہے خدا تعالیٰ کو نہیں۔ روزہ کے ذریعہ افراد کے اندر مشقت برداشت کرنے کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح روزہ کے ذریعہ غرباء کی حالت کا احساس پیدا ہوتا ہے اور ان کو ابھارنے اور ترقی دینے کا جذبہ ترقی کرتا ہے جس میں بحیثیت مجموعی تمام قوم فائدہ اٹھاتی ہے اور ترقی کی منزلیں جلد جلد طے کرنے لگتی ہے"۔ (تفسیر کبیر از حضرت مصلح جلد نمبر 6 صفحہ 81)

پھر آپ تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 375 پر انسانی صحت کے اعتبار سے روزہ کا فائدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" بعض دفعہ روزے کئی قسم کے امراض سے نجات دلانے کا بھی موجب ہوجاتے ہیں۔

آج کل کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ بڑھاپا یا ضعف آتے ہی اس وجہ سے ہیں کہ انسان کے جسم میں زائد مواد جمع ہوجاتے ہیں اور ان سے بیماری یا موت پیدا ہوتی ہے۔..... تھکان اور کمزوری وغیرہ جسم میں زائد مواد جمع ہونے ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ اور روزہ اس کے لئے بہت مفید ہے"۔

یہ فوائد سے بھرپور چند گنتی کے دنوں کی عبادت ہر بالغ، عاقل تندرست مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ آنحضور نے یہ فرض بجالانے والے کو درج ذیل نوید سنائی ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ربكم يقول .... الصوم لى و انا اجزى به والصوم جنة من النار ولخلوف فم الصائم اطيب عندالله من ريح المسك و ان جهل على احدكم جاهل و هو صائم فليقل انى صائم۔ (ترمذی ابواب الصلوة باب فی فضل الصوم)

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا رب فرماتا ہے کہ روزہ کی عبادت خاص میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزاء بنوں گا اور روزہ (برائیوں سے، بیماریوں سے آگے سے بچانے کے لئے) ایک ڈھال ہے اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ پس اگر تم میں سے کسی سے کوئی جاہل انسان جہالت سے پیش آئے تو وہ اسے کہے کہ میں روزہ دار ہوں اس لئے تمہیں کوئی جواب نہیں دوں گا۔ آپ مزید فرماتے ہیں۔

"مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَ اِحْتِسَابًا غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (بخاری كتاب الصوم باب من صام رمضان ايمانًا و احتسابًا)

یعنی جو شخص ایمان کے تقاضے کے مطابق اور نیکی کی نیت سے رمضان کے روزے رکھتا ہے اس کے گزشتہ گناہ بخش دئے جائیں گے۔

اس عظیم الشان عبادت میں بھی جس کے بے انتہا فضائل خود قرآن اور آنحضور کی زبان مبارک سے بیان ہوئے ہیں دین حق نے معذور لوگوں کے معاملہ میں اپنے طرہ امتیاز کو

ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور ایسے لوگوں کے لئے قرآن نے ان الفاظ میں رخصت کا اعلان فرمایا ہے۔

فمن كان منكم مريضًا او علىٰ سفر فعدة من ايّام اخر وعلى الّذين يطيقونه فدية طعام مسكين۔ (البقره۔ آیت نمبر ۱۸۵)

یعنی تم میں سے جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو اسے اور دنوں میں تعداد پوری کرنی ہوگی اور ان لوگوں پر جو اس یعنی روزہ کی طاقت نہ رکھتے ہوں بطور فدیہ ایک مسکین کا کھانا بشرط استطاعت واجب ہے۔

روزے کی ان مندرجہ بالا خوبیوں کے علاوہ ایک بے نظیر خوبی جس کو قدیم زمانوں اور قدیم مذاہب میں بھی روزے نے اپنے ساتھ رکھا اور جس کی طرف قرآن اور احادیث نبویہ میں بارہا توجہ دلائی گئی وہ قبولیت دعا کی خوبی ہے۔ اور یہ خوبی اس وقت انسان کو حاصل ہوتی ہے جب صرف خدا کی خاطر اور خدا کی خوشنودی کے لئے روزہ رکھتا ہے۔ جب وہ ایسا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ انا اجزی بہ کے مطابق اس کا ہو کر اس کی ہر دعا کو قبول کرلیتا ہے۔ اسی نکتہ کی طرف حضرت یسعیاہ نے بھی اپنے پیرووں کو اس وقت توجہ دلائی جب انہوں نے یہ شکوہ کیا کہ ہم یہ روزے کی مصیبت کس لئے اٹھائیں جب کہ خدا ہماری طرف نہ نظر آتا ہے اور نہ ہمارا خیال کرتا ہے۔ اس پر حضرت یسعیاہ نبی نے فرمایا:

"اب تم اس طرح کا روزہ نہیں رکھتے ہو کہ تمہاری آواز عالم بالا پر سنی جائے......... کیا وہ روزہ جو میں چاہتا ہوں یہ نہیں کہ ظلم کی زنجیریں توڑیں اور جوئے کے بندھن کھولیں اور مظلوموں کو آزاد کریں...... تو اپنی روٹی بھوکوں کو کھلائے اور مسکینوں کو جو آوارہ ہیں اپنے گھر میں لائے اور جب کسی کو ننگا دیکھے تو اسے پہنائے...... تب تیری روشنی صبح کی مانند پھوٹ نکلیگی اور تیری صحت کی ترقی جلد ظاہر ہوگی...... تب تو پکاریگا اور خداوند جواب دیگا۔ تو چلائیگا اور وہ فرمائیگا میں یہاں ہوں"۔ (یسعیاہ باب نمبر 58 آیت نمبر 4 تا 9)

روزے کی اس خصوصیت کو قرآن کریم نے بھی بیان فرمایا ہے چنانچہ روزہ کے متعلق ہدایات دینے کے بعد فرمایا اذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوالی ولیومنوابی لعلھم یرشدون۔ (سورۃ بقرہ۔ آیت 187)

کہ جب تم رمضان کے مبارک مہینے میں اس عبادت کو بجا لاؤ گے تو میرا قرب تمہیں حاصل ہوجائے گا اور تم جو دعا کروگے میں اسے قبول کروں گا۔ لیکن تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم مجھے پکارو اور مجھ پر ایمان لاؤ۔ یعنی تمہارا یہ عبادت بجالانا میری خوشنودی اور مجھ پر ایمان لانے کی خاطر ہو کسی اور مقصد کے لئے نہ ہو۔ اگر تم یہ بات پوری کروگے تو میرا قرب تمہیں یقیناً حاصل ہوجائے گا۔

سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مضمون کو ذیل کے خوبصورت پیرایہ میں بیان فرمایا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انّ للصائم عند فطرہ لدعوۃ ما تردّ۔ (ابن ماجہ)

یعنی حضور نے فرمایا روزہ دار کے لئے اس کی افطاری کے وقت ایک دعا ایسی ہے جو رد نہیں کی جاتی۔

حضرت مسیح موعود......فرماتے ہیں

"رمضان کا مہینہ مبارک مہینہ ہے، دعاؤں کا مہینہ ہے۔ (الحکم 23 جنوری 1901ء)

آپ مزید فرماتے ہیں۔

یہ ماہ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔ کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں"۔ (البدر جلد نمبر 1 نمبر 7 مورخہ 12 دسمبر 1902ء صفحہ 52 بحوالہ تفسیر مسیح موعود سورۃ البقرہ صفحہ 262)

حضرت خلیفہ المسیح الاول فرماتے ہیں

"روزہ جیسے تقویٰ سیکھنے کا ایک ذریعہ ہے ویسے ہی قرب الٰہی حاصل کرنے کا بھی ذریعہ ہے"۔ (مجموعہ فتاویٰ احمدیہ جلد اول صفحہ 182)

حضرت مصلح موعود نے اس خوبی کو یوں بیان فرمایا ہے

رمضان کے مہینے میں وہ اسباب پیدا ہوجاتے ہیں جو دعا کی قبولیت کا نشان بن جاتے ہیں۔ اس مہینہ میں مسلمانوں میں ایک بہت بڑی جماعت ایسی ہوتی ہے جو راتوں کو اٹھ اٹھ

کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی ہے۔۔۔۔۔۔اس وقت مومنوں کی جماعت ایک کرب کی حالت میں ہوتی ہے۔ پھر کس طرح ممکن ہے کہ ان کی دعا قبول نہ ہو۔ درد اور کرب کی حالت کی دعا ضرور سنی جاتی ہے۔۔۔۔۔۔پس رمضان کا مہینہ دعاؤں کی قبولیت کے ساتھ نہایت گہرا تعلق رکھتا ہے۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں دعا کرنے والے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قریب کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں اگر وہ قریب ہونے پر بھی نہ مل سکے تو اور کب مل سکے گا"۔ (تفسیر کبیر جلد نمبر 2 سورۃ بقرہ۔ صفحہ 409)

اب جب کہ اس بابرکت مہینے کا آغاز ہونے والا ہے جس میں ہم ان سب خوبیوں کو حاصل کر سکیں گے۔ ان سب فضلوں کے وارث بن سکیں گے۔ ان فوائد کو پا سکیں گے جو روزوں سے متعلق ہیں۔ بشرطیکہ ہم اس عبادت کو کامل شرائط کے ساتھ اور خدا کی خوشنودی کی خاطر بجالائیں۔ جب ہم ایسا کرلیں تو ہمارے پیارے آقا ہمیں ہمارے ایک اور فرض کی طرف توجہ دلا رہے ہیں جس کا گہرا تعلق اس مہینے اور اس کی عبادت سے ہے اور وہ عالم اسلام کے لئے دعا کرنے کا فرض ہے۔ آج عالم اسلام جن حالات سے گزر رہا ہے ان کو دیکھ کر کون شخص ہے جس کا دل مچل نہ جاتا ہو اور وہ دکھ اور کرب محسوس نہ کرتا ہو۔ پس عالم اسلام کی اس حالت کو سوچ کر اپنے دل میں اسلام کے لئے کرب اور دکھ پیدا کریں کیونکہ دکھ اور کرب میں کی ہوئی دعا ضرور سنی جاتی ہے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دین کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اسے ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھے۔ حضرت یوایل کی نصیحت کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے کپڑوں کو نہیں بلکہ دلوں کو چاک کرکے خداوند اپنے خدا کی طرف توجہ کریں۔ (یوایل 2/13) اور راتوں کو اٹھ کر گریہ وزاری کے ساتھ دعاؤں کے تیر آسمان کی طرف چلائیں۔ کیونکہ اب جماعت احمدیہ ہی ایک ایسی جماعت ہے جس کی دعاؤں سے عالم اسلام کے فیصلہ کا بال خدا تعالیٰ کی تقدیر کی کوٹ میں جائے گا اور پھر خدا جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا اور وہ خدا یقیناً اپنے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو غلبہ عطا فرمائے گا اور اس کے دشمنوں کو ضرور ناکام و نامراد کردے گا۔ بس ایک احمدی کا فرض ہے کہ وہ اپنے پیارے آقا کی تحریک پر لبیک کہے جو حضور نے 1983ء کے رمضان میں ان الفاظ میں پیش کی تھی۔

"پس اے احمدی!

اس رمضان کو فیصلہ کن رمضان بنا دو۔ اس الٰہی جہاد کے لئے تیار ہو جاؤ۔ مگر تمہارے لئے کوئی دنیا کا ہتھیار نہیں ہے۔ دنیا کے تیروں کا مقابلہ تم نے دعاؤں کے تیروں سے کرنا ہے۔ یہ لڑائی فیصلہ کن ہوگی لیکن گلیوں اور بازاروں میں نہیں، صحنوں اور میدانوں میں نہیں بلکہ بیوت الذکر میں اس لڑائی کا فیصلہ ہونے والا ہے۔ راتوں کو اٹھ کر اپنی عبادت کے میدانوں کو گرم کرو اور اس زور سے اپنے خدا کے حضور آہ و بکا کرو کہ آسمان پر عرش کے کنگرے بھی ہلنے لگیں۔ متیٰ نصر اللہ کا شور بلند کردو۔ خدا کے حضور گریہ وزاری کرتے ہوئے اپنے سینوں کے زخم پیش کرو، اپنے چاک گریبان اپنے رب کو دکھاؤ اور کہو کہ اے خدا!

قوم کے ظلم سے تنگ آکے مرے پیارے آج
شور محشر ترے کوچہ میں مچایا ہم نے

پس اس زور کا شور مچاؤ اور اس قوت کے ساتھ متیٰ نصر اللہ کی آواز بلند کرو کہ آسمان سے فضل اور رحمت کے دروازے کھلنے لگیں اور ہر دروازے سے یہ آواز آئے۔

الا انّ نصر اللہ قریب۔ الا انّ نصر اللہ قریب۔ الا انّ نصر اللہ قریب سنو سنو کہ اللہ کی مدد قریب ہے۔ اے سننے والو سنو کہ خدا کی مدد قریب ہے۔ اے مجھے پکارنے والو سنو کہ خدا کی مدد قریب ہے اور وہ پہنچنے والی ہے"۔ (الفضل 29 جون 1983ء صفحہ 5)

مہمان نوازی

سیرت حضرت مسیح موعود کی روشنی میں

مہمان نوازی دین حق کا ایک اہم خلق ہے آنحضرت فرماتے ہیں کہ مہمان کی دعوت کرنے والے کیلئے اللہ تعالیٰ دس فرشتوں کو بھیجتا ہے جو اس کیلئے ایک سال تک استغفار کرتے ہیں۔ دین حق نے جو تصور اور معیار مہمان نوازی کا پیش کیا ہے وہ صرف یہی نہیں کہ کھانا کھلا دیا بس۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمان نوازی کے بارے میں جو سب سے پہلی اور اولین بات بیان فرمائی وہ اکرام ضیفہ ہے چنانچہ فرمایا من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلیکرم ضیفہ۔ جو کہ اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ وہ اپنے مہمان کا احترام کرے۔ یعنی مہمان کی عزت اور اس کا حقیقی احترام کرے کھانا وغیرہ کھلانا تو ضمنی امور ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ اگر کسی معاشرے میں مہمان نوازی کا عظیم خلق اور شعور پیدا ہو جائے تو اس کے نتیجہ میں مہمان کی خدمت اور طعام و قیام کے انتظامات نہایت احسن طور پر انجام پاتے ہیں۔

پس ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ بھی ارشاد نبوی کے مطابق مہمان نوازی کی اس بنیادی صفت کو اپنے اندر پیدا کرے اور اس اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرے جس کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ جب اللہ انسان کی بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے ایک تحفہ دیتا ہے۔ صحابہ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ تحفہ مہمان ہے وہ اپنا رزق خود لے کر آتا ہے اور جب وہ رخصت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ گھر والوں کی بخشش کا سامان (اس کی ضیافت و خدمت کے نتیجہ میں) کر دیتا ہے۔ (کنز العمال کتاب الضیافت)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی تعلیم کو حضرت مسیح موعود نے اپنے وجود میں اپنا کر اعلیٰ نمونہ پیش کیا اور مہمان کے اکرام کا پوری پوری طرح خیال رکھا چنانچہ چند واقعات پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ تا کہ ہم بھی آپ کے نقش قدم پر چل کر صحیح "دینی" تعلیم پر عمل پیرا ہو سکیں۔

مہمان کا اکرام

مولوی عبداللہ سنوری صاحب کا بیان ہے کہ "ایک دفعہ حضرت اقدس بیت مبارک کے ساتھ والے حجرہ میں لیٹے ہوئے تھے کہ کھڑکی پر لالہ شرم پت یا شاید لالہ ملاوامل نے دستک دی۔ میں اٹھ کر دروازہ کھولنے لگا مگر حضرت صاحب نے پہلے جا کر دروازہ کا کنڈہ کھول دیا اور پھر اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گئے اور مجھ سے فرمایا آپ ہمارے مہمان ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مہمان کا اکرام کرنا چاہیئے۔"

مہمان کی ضرورت کا خیال

قریشی محمد عثمان صاحب نے بیان فرمایا۔ "جب میں حضور سے رخصت ہونے لگا تو فرمایا بٹالہ دو بجے کے قریب پہنچو گے راستہ میں کھانے کا وقت آجائے گا اس لئے یہیں سے کھانا ساتھ کئے دیتے ہیں۔ چنانچہ حضور نے حضرت اماں جان سے کہہ کر کھانا تیار کروا کر ہمارے ساتھ کر دیا۔" (الفضل جلد ۳۰ صفحہ ۲۵۶)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب فرماتے ہیں "ایک بار میں اور میری والدہ قادیان آئے ہوئے تھے ہم واپس ہونے لگے تو حضور ہمارے یکہ پر سوار ہونے کی جگہ تک ساتھ تشریف لائے اور ہمارے راستہ کیلئے کھانا منگوایا۔ وہ کھانا لنگر خانے والوں نے کسی کپڑے میں باندھ کر نہ بھیجا تھا تب حضرت اقدس نے اپنے عمامہ سے قریباً ایک گز کپڑا پھاڑ کر اس

میں روٹی کو باندھ دیا۔ (ذکر حبیب از مفتی محمد صادق صاحب صفحہ ۴۵)

مہمان کے جذبات کا خیال

حضرت منشی ظفر احمد صاحب مرحوم کپور تھلوی نے بیان کیا کہ دو شخص منی پور آسام سے قادیان آئے اور مہمان خانہ میں آکر انہوں نے خادمان مہمان خانہ سے کہا کہ ہمارے بسترے اتارے جائیں اور سامان لایا جائے اور چارپائی بچھائی جائے۔ خادمان نے کہا آپ اپنا سامان خود اتروائیں چارپائیاں بھی مل جائیں گی۔ دونوں مہمان اس بات پر رنجیدہ ہوگئے اور فوراً یکہ میں سوار ہو کر واپس روانہ ہوگئے۔ میں نے مولوی عبدالکریم صاحب سے یہ ذکر کیا تو مولوی صاحب فرمانے لگے جانے دو ایسے جلد بازوں کو۔

حضرت مسیح موعود کو اس واقعہ کا علم ہوا تو نہایت جلدی سے ایسی حالت میں کہ جوتا پہننا بھی مشکل ہوگیا حضور ان کے پیچھے نہایت تیز قدم چل پڑے چند خدام بھی ہمراہ تھے میں بھی ساتھ تھا۔ نہر کے قریب جا کر ان کا یکہ مل گیا اور حضور کو آتا دیکھ کر وہ یکہ سے اتر پڑے اور حضور نے انہیں واپس چلنے کیلئے فرمایا کہ آپ کے واپس ہونے کا مجھے بہت درد پہنچا۔ چنانچہ وہ واپس آئے حضور نے یکہ میں سوار ہونے کیلئے انہیں فرمایا کہ ساتھ ساتھ چلتا ہوں مگر وہ شرمندہ ہوئے اور سوار نہ ہوئے۔ اس کے بعد مہمان خانہ میں پہنچے۔ حضور نے خود ان کے بستر اتارنے کیلئے ہاتھ بڑھایا مگر خدام نے اتار لئے حضور نے اسی وقت دو نواری پلنگ منگوائے اور ان پر ان کے بستر کر دیئے۔ ان سے پوچھا کہ آپ کیا کھائیں گے اور خود ہی فرمایا کہ اس طرف تو چاول کھائے جاتے ہیں اور رات کو دودھ کیلئے پوچھا غرض کہ تمام ضروریات اپنے سامنے پیش فرمائیں اور جب تک کھانا نہ آیا وہیں ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک شخص جو اتنی دور سے آتا ہے راستہ کی تکلیف اور صعوبتیں برداشت کرتا ہے یہاں پہنچ کر سمجھتا ہے کہ اب منزل پر پہنچ گیا ہوں اگر یہاں آکر بھی اسے تکلیف ہو تو یقیناً اس کی دل شکنی ہوگی ہمارے دوستوں کو اس کا خیال رکھنا چاہیئے۔ (سیرۃ المہدی حصہ چہارم غیر مطبوعہ)

مہمان کی خدمت اپنے ہاتھ سے

حضرت مفتی محمد صادق صاحب کا بیان ہے کہ "غالباً ۱۸۹۷ء یا ۱۸۹۸ء کا واقعہ ہوگا۔ مجھے حضرت صاحب نے بیت مبارک میں بٹھایا جو کہ اس وقت ایک چھوٹی سی جگہ تھی فرمایا آپ بیٹھیں میں آپ کیلئے کھانا لاتا ہوں یہ کہہ کر آپ اندر تشریف لے گئے میرا خیال تھا کہ کسی خادم کے ہاتھ کھانا بھیج دیں گے مگر چند منٹ کے بعد کھڑکی کھلی تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ اپنے ہاتھ سے سینی اٹھائے ہوئے میرے لئے کھانا لائے ہیں مجھے دیکھ کر فرمایا کہ آپ کھانا کھائیں میں پانی لاتا ہوں۔ بے اختیار رقت سے میرے آنسو نکل آئے کہ جب حضرت ہمارے مقتداء و پیشوا ہو کر ہماری یہ خدمت کرتے ہیں تو ہمیں آپس میں ایک دوسرے کی کس قدر خدمت کرنی چاہیئے۔ (ذکر حبیب از مفتی محمد صادق صاحب صفحہ ۳۲۷)

مہمان سے دلی محبت کا سلوک

حضرت منشی ظفر احمد صاحب بیان فرماتے ہیں کہ "ایک دفعہ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ حضور بوریئے پر بیٹھے ہوئے تھے مجھے دیکھ کر پلنگ اٹھا لائے میں نے اٹھانا چاہا تو حضور نے فرمایا یہ زیادہ بھاری ہے آپ سے نہیں اٹھے گا فرمایا آپ پلنگ پر بیٹھ جائیں مجھے یہاں نیچے زیادہ آرام معلوم ہوتا ہے۔ مجھے پیاس لگی تھی میں نے گھڑے کی طرف دیکھا وہاں کوئی پانی پینے کیلئے برتن نہیں تھا آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کیا آپ کو پیاس لگ رہی ہے میں پانی پینے کیلئے برتن لاتا ہوں۔ نیچے زنانے میں جا کر آپ گلاس لے آئے پھر فرمایا ذرا ٹھہریئے اور پھر نیچے گئے اور وہاں سے دو بوتلیں شربت کی لے آئے جو منی پور سے کسی نے بھیجی تھیں بہت لذیذ شربت تھا فرمایا

کہ ان بوتلوں کو رکھے ہوئے بہت دن ہوگئے کیونکہ ہم نے نیت کی تھی کہ پہلے کسی دوست کو پلا کر خود پئیں گے۔ آج مجھے یاد آگیا۔ چنانچہ آپ نے گلاس میں شربت بنا کر مجھے دیا میں نے کہا حضور پہلے اس میں سے تھوڑا سا پی لیں تو پھر میں پیوں گا۔ آپ نے ایک گھونٹ پی کر مجھے دے دیا۔ اور میں نے پی لیا۔ میں نے شربت کی تعریف کی آپ نے فرمایا ایک بوتل آپ لے جائیں اور ایک باہر دوستوں کو پلادیں۔ آپ نے ان دونوں بوتلوں سے وہی ایک گھونٹ پیا ہوگا۔ (........احمد جلد ۴ صفحہ ۱۱۰)

مہمان نوازی کا عزم

ایک دفعہ بڑی رات گئے ایک مہمان آگیا کوئی چار پائی خالی نہ تھی۔ اور سب سو رہے تھے حضرت نے فرمایا ذرا ٹھہریئے میں ابھی انتظام کرتا ہوں۔ آپ تشریف لے گئے اور دیر تک واپس تشریف نہ لائے مہمان نے خیال کیا شاید حضرت بھول گئے ہیں اس نے ڈیوڑھی میں جھانکا تو دیکھا کہ ایک صاحب چار پائی بن رہے ہیں اور حضرت خود مٹی کا دیا لئے کھڑے ہیں چار پائی بنی گئی اور مہمان کو دی گئی ادھر مہمان صاحب عرق ندامت میں غرق ہو رہے تھے کہ میں نے آدھی رات کے وقت حضرت کو اس قدر تکلیف دی۔ ادھر حضرت اقدس عذر فرما رہے تھے کہ "معاف کرنا چار پائی لانے میں دیر ہوگئی۔"

مہمانوں کیلئے زیور فروخت کرنا

حضرت منشی ظفر احمد صاحب مرحوم کپور تھلوی نے بیان کیا کہ "ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقع پر خرچ نہ رہا ان دنوں جلسہ کیلئے الگ چندہ جمع ہو کر نہیں جاتا تھا حضرت مسیح موعود اپنے پاس سے صرف فرماتے تھے۔ میر ناصر نواب صاحب مرحوم نے عرض کیا کہ رات کیلئے مہمانوں کیلئے کوئی سامان نہیں ہے آپ نے فرمایا بیوی صاحبہ سے کوئی زیور لے کر جو کفایت کر سکے فروخت کر کے سامان لے لیں۔ چنانچہ زیور فروخت یا رہن کر کے میر صاحب روپیہ لائے اور مہمانوں کیلئے سامان بہم پہنچایا۔ (سیرۃ المہدی جلد چہارم)

مہمان کیلئے قربانی اور ایثار کی بہترین مثال

ابتدا میں مہمانوں کا کھانا حضور کے گھر سے ہی آتا حضور مہمان کی ضرورت کا خیال رکھتے اور ایسا بھی وقوع میں آیا کہ سردی کے موسم میں حضور نے مہمانوں کیلئے اپنا بستر باہر بھجوا دیا اور خود بغیر بستر کے رات گزار دی۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر بہت سے آدمی اپنے ساتھ بستر نہ لائے تھے مہمانوں کیلئے اندر سے بستر منگوانے شروع کئے کارکن عشاء کی نماز کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہے حضور بغلوں میں ہاتھ دئیے بیٹھے ہیں ایک صاحبزادہ لیٹا تھا اسے شتری چوغہ اوڑھا رکھا تھا معلوم ہوا کہ آپ نے اپنا لحاف بھی مہمانوں کیلئے بھجوا دیا میں نے عرض کی کہ حضور کے پاس کوئی کپڑا نہیں رہا اور سردی بہت سخت ہے فرمانے لگے مہمانوں کو کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہئیے اور ہمارا کیا ہے رات گزر جائے گی پھر وہ کسی سے لحاف مانگ کر اوپر لے گئے تو حضور نے فرمایا کسی اور مہمان کو دے دو۔ اور باوجود اصرار کے حضور نے وہ لحاف نہ لیا۔ (..... احمد جلد ۴ صفحہ ۱۱۸)

محترم سیٹھی غلام نبی صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود کی ملاقات کیلئے قادیان گیا سردی کا موسم تھا اور کچھ بارش بھی ہو رہی تھی میں شام کے وقت قادیان پہنچا رات کو جب میں کھانا کھا کر لیٹ گیا اور کافی رات گزر گئی اور قریباً بارہ بجے کا وقت ہوگیا تو کسی نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو حضرت مسیح موعود کھڑے تھے ایک ہاتھ میں گرم دودھ کا گلاس تھا اور دوسرے میں لالٹین تھی۔ میں حضور کو دیکھ کر گھبرا گیا مگر حضور نے بڑی شفقت سے فرمایا کہیں سے دودھ آگیا تھا میں نے کہا آپ

کو دے آؤں۔ آپ یہ دودھ پی لیں۔ آپ کو شاید دودھ کی عادت ہوگی اس لئے یہ دودھ آپ کیلئے لے آیا ہوں۔ سیٹھی صاحب کہا کرتے تھے کہ میری آنکھوں میں آنسو امڈ آئے کہ سبحان اللہ کیا اخلاق ہیں۔ یہ خدا کا برگزیدہ مسیح اپنے ادنیٰ خادموں تک کی خدمت اور دلداری میں کتنی لذت پاتا ہے اور کتنی تکلیف اٹھاتا ہے۔ (سیرۃ المھدی حصہ سوم)

مہمان نوازی کیلئے حسن نصیحت

حضرت مفتی محمد صادق صاحب بیان فرماتے ہیں "جب میں ۱۹۰۵ء میں ہجرت کر کے قادیان چلا آیا اور اپنی بیوی اور بچوں کو ساتھ لایا اس وقت میرے دو بچے تھے ہم حضور کے رہائشی صحن کے ساتھ والے کمرے میں رہتے تھے۔ اور حضور کے بولنے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ ایک شب کا ذکر ہے کہ کچھ مہمان آئے جن کے واسطے جگہ کے انتظام کیلئے حضرت اماں جان حیران ہو رہی تھیں کہ سارا مکان تو پہلے ہی کشتی کی طرح پر ہے اب ان کو کہاں ٹھہرایا جائے۔ اس وقت حضرت مسیح موعود نے اکرام ضیف کا ذکر کرتے ہوئے حضرت بیوی صاحبہ کو پرندوں کا ایک قصہ سنایا چونکہ میں بالکل ملحقہ کمرہ میں تھا اور کمروں کی ساخت پرانے طرز کی تھی۔ جن کے اندر سے آواز باآسانی دوسری طرف پہنچتی رہتی تھی۔ اس واسطے میں نے اس سارے قصہ کو سنا فرمایا دیکھو ایک دفعہ ایک مسافر کو جنگل میں شام ہو گئی وہ ایک درخت کے نیچے رات گزارنے کیلئے بیٹھ رہا اس درخت کے اوپر ایک پرندہ کا آشیانہ تھا پرندہ اپنی ماں کے ساتھ باتیں کرنے لگا کہ دیکھو یہ مسافر جو ہمارے آشیانہ کے نیچے زمین پر آ بیٹھا ہے یہ آج رات ہمارا مہمان ہے اس کی مہمان نوازی کریں اور تو ہمارے پاس کچھ نہیں اس کی سردی دور کرنے کیلئے اپنے آشیانہ کی لکڑیاں نیچے پھینک دیں تاکہ یہ جلا کر سینک لے چنانچہ ایسا ہی کیا پھر مشورہ کیا کہ آگ تو ہم نے اپنے مہمان کو بہم پہنچائی اب ہمیں چاہیئے کہ اسے کھانے کو بھی کچھ دیں اور تو ہمارے پاس کچھ نہیں ہم خود ہی اس آگ میں جا گریں اور مسافر ہمیں بھون کر ہمارا گوشت کھا لے۔ چنانچہ پرندوں نے ایسا ہی کیا اور مہمان نوازی کا حق ادا کیا" (ذکر حبیب از مفتی محمد صادق صاحب صفحہ ۸۵)

حضرت مسیح موعود کی مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ شروع میں جب مہمانوں کی زیادہ کثرت نہیں تھی اور حضرت مسیح موعود کی صحت بھی نسبتاً بہتر تھی آپ اکثر اوقات مہمانوں کے ساتھ اپنے مکان کے مردانہ حصے میں اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور کھانے کے دوران ہر قسم کی بے تکلفانہ گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا تھا گویا ظاہری کھانے کے ساتھ علمی اور روحانی کھانے کا دستر خوان بھی بچھ جاتا تھا ایسے موقعوں پر آپ عموماً ہر مہمان کا خود ذاتی طور پر خیال رکھتے تھے اور اس بات کی نگرانی فرماتے تھے کہ اگر کبھی دستر خوان پر ایک سے زیادہ کھانے ہوں تو ہر شخص کے سامنے دستر خوان کی ہر چیز پہنچ جائے۔ عموماً ہر مہمان کے متعلق دریافت فرماتے رہتے کہ کسی خاص چیز مثلاً دودھ یا چائے یا لسی یا پان کی عادت تو نہیں پھر حتی الوسع ہر ایک کیلئے اس کی عادت کے موافق چیز مہیا فرماتے تھے بعض اوقات اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ کسی مہمان کو اچار کا شوق ہے اور اچار دستر خوان پر نہیں تو خود کھانا کھاتے کھاتے اٹھ کر اندرون خانہ تشریف لے جاتے اور اندر سے اچار لا کر مہمان کے سامنے رکھ دیتے۔ اور چونکہ آپ بہت تھوڑا کھانا کھانے کی وجہ سے جلد شکم سیر ہو جاتے تھے اس لئے آپ روٹی کے چھوٹے چھوٹے ذرات اٹھا اٹھا کر منہ میں ڈالتے رہتے تھے تاکہ کوئی مہمان اس خیال سے کہ آپ نے کھانا چھوڑ دیا ہے دستر خوان سے بھوکا ہی نہ اٹھ جائے۔ اللہ اللہ کیا خیال تھا مہمان کا۔

اس طرح جب کوئی خاص دوست آپ کی ملاقات کے بعد واپس جانے لگا تو بعض اوقات آپ ایک ایک میل یا دو دو میل تک اسے رخصت کرنے کیلئے اس کے ساتھ جاتے اور بڑی محبت اور اکرام اور دعا کے ساتھ رخصت فرماتے اور مہمانوں کے واپس جانے پر آپ کے دل کو اس طرح رنج پہنچتا تھا کہ گویا اپنا ایک قریبی عزیز رخصت ہو رہا ہے چنانچہ مہمانوں کے ذکر میں فرماتے ہیں۔

بقیہ صفحہ 18 پر

(چوہدری محمد علی صاحب)

تنہائی

1952ء میں لکھی گئی

یہ نظم ربوہ میں ہونے والے حالیہ مشاعرہ میں پڑھی گئی

دیدہ وہ دل میں کھول رہے ہیں درد کے اوقیانوس
مجبوروں کے ایشیاء اور مزدوروں کے روس
تنہائی میں جل اٹھے ہیں یادوں کے فانوس
یاد کی جوت جگائی۔ تنہائی تنہائی

خیال کے گورے گال پہ نکلا تنہائی کا تل
لفظوں کے درویش کھڑے ہیں اٹھ عزت سے مل
یاد کی گت پر ناچ رہے ہیں دروازوں کے دل
چیختی ہے شہنائی۔ تنہائی، تنہائی

بنجر ٹیلوں میں اگ آئے خواہش کے شہتوت
حال کے گلشن میں لا رکھا ماضی کا تابوت
بزم طرب میں ڈرتے ڈرتے آیا ایک اچھوت
کیوں ڈرتے ہو بھائی۔ تنہائی تنہائی

یہ کس کی تصویر کو جھک کر چوم رہے ہیں چاند
نیند کی نیا ڈول رہی ہے جھوم رہے ہیں چاند
پانی کے پردیس میں تنہا گھوم رہے ہیں چاند
پار پون لہرائی۔ تنہائی، تنہائی

پت جھڑ کے طوفانوں میں پیلے پتے ہیں مجبور
وقت کا سینہ کھود رہے ہیں لمحوں کے مزدور
تنہائی میں چاند نے چوے اشکوں کے انگور
آگ سے آگ بجھائی، تنہائی، تنہائی

کوٹھوں پر یوں سیر کو نکلی ہیں کس کی آشائیں
نچلی منزل والوں سے کہہ دو اوپر مت آئیں
تھک جائیں تو بھیگی آنکھوں سے تلوے سہلائیں
گھورتی ہے گہرائی، تنہائی، تنہائی

دھیان کی ٹہنی ٹہنی پر رقصاں ہیں من کے مور
لفظوں کے دروازے توڑ رہے ہیں گونگے چور
دشت کے سینے میں برپا ہے تنہائی کا شور
قیس نے ٹھوکر کھائی، تنہائی، تنہائی

روما کی دیواروں سے رستی ہے خون کی مے
سیزر کو جب مارچکو بولو سیزر کی جے
مصر کے مردہ خانوں میں اک ممی بول رہی ہے
ہنستا ہے سودائی۔ تنہائی، تنہائی

وقت کی نیلی جھیل میں اٹھا لمحوں کا طوفان
انسانوں سے آن ملیں گے پھر واپس انسان
صحرا کے سینے میں جاگے آس کے نخلستان
دشت میں آندھی آئی۔ تنہائی، تنہائی

تعارف کتب نمبر 14

کشف الغطاء

تاریخ اشاعت ۲۷ دسمبر ۱۸۹۷ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحات ۵۰

اس کتاب کی وجہ تصنیف حضرت مسیح موعود نے کتاب کے ٹائیٹل پیج پر ہی رقم فرمائی ہے جو یہ ہے

"کشف الغطاء یعنی ایک فرقہ کے پیشوا مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے بحضور گورنمنٹ عالیہ اس فرقہ کے حالات اور خیالات کے بارے میں اطلاع اور نیز اپنے خاندان کا کچھ ذکر اور اپنے مشن کے اصولوں اور ہدایتوں اور تعلیموں کا بیان اور نیز ان لوگوں کی خلاف واقعہ باتوں کا رد جو اس فرقہ کی نسبت غلط خیالات پھیلانا چاہتے ہیں"

حضور نے فرمایا کہ چونکہ جماعت احمدیہ دن بدن ترقی کر رہی ہے اور اس کی عددی اکثریت میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے عام خیال کے مسلمانوں اور مولویوں کے دلوں میں حسد پیدا ہو رہا ہے اور ممکن تھا کہ اس وجہ سے وہ جماعت کے متعلق خلاف واقعہ امور گورنمنٹ تک پہنچائیں جس کی وجہ سے یہ رسالہ تصنیف فرمایا گیا جس کا مقصد صحیح واقعات اور اپنے مشن کے اصولوں سے گورنمنٹ کو آگاہ کرنا تھا۔ حضور نے اس مقصد کیلئے اپنے مضمون کو یا اس رسالہ کو پانچ حصوں میں تقسیم فرمایا۔ جیسا کہ حضور خود فرماتے ہیں:۔

"اب میں صفائی بیان کیلئے ان امور کے ذکر کو پانچ شاخ پر منقسم کرتا ہوں

اول کہ میں کون ہوں اور کس خاندان سے ہوں۔۔۔" (صفحہ ۳)

دوسرا یہ کہ احمدیت کی تعلیم کیا ہے، تیسرے نمبر پر حضور کے الہامی دعوے، چوتھے نمبر پر ان دعووں کے بعد قوم کے علماء کا برتاؤ اور پانچویں نمبر پر حضور نے دعویٰ سے قبل ان لوگوں کا ظن اور دعووں کے بعد اس قدر بغض وعداوت کیوں روا رکھی۔ ان سب کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اپنے اور اپنے خاندان کے متعلق حضور نے تفصیل سے اس کتاب میں ذکر کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ میرا خاندان ایک خاندان ریاست ہے اور حضور کے بزرگ آباؤ اجداد والیان ملک اور خود مختار تھے۔

بعد میں سکھوں کے وقت ان پر تباہی آئی حضور نے یہ بھی ذکر فرمایا کہ حضور کا خاندان حکومت انگریزی کا وفادار اور خیر خواہ ہمیشہ سے رہا ہے اور اس وفاداری اور خیر خواہی کا اقرار خود حکومت انگریزی نے بھی کیا ہے۔ حضور نے اس امر کی شہادت کے طور پر اپنے اس رسالہ میں چند ایک خطوط بھی شائع کئے ہیں جو انگریزی حکومت کی طرف سے آپ کے خاندان کو ان کی وفاداری اور خیر خواہی کا اظہار کرتے ہوئے لکھے گئے۔ (صفحہ ۳-۱۱)

دوسرے نمبر پر حضور اپنی تعلیم کے متعلق ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"دوسری شاخ جو میرے مشن کے متعلق ہے میری تعلیم ہے۔ میں اپنی تعلیم کو قریباً ۱۹ برس سے شائع کر رہا ہوں اور پھر خلاصہ کے طور پر ۲۹ مئی ۱۸۹۸ء اور ۲۷ فروری ۱۸۹۵ء کے اشتہار میں ان تعلیموں کو میں نے شائع کیا ہے۔ اس تعلیم کا خلاصہ یہی ہے کہ خدا کو وحدہ لاشریک سمجھو اور خدا کے بندوں سے ہمدردی اختیار کرو اور نیک چلن اور نیک خیال انسان بن جاؤ۔ ایسے ہو جاؤ کہ کوئی فساد اور شرارت تمہارے دل کے نزدیک نہ آسکے۔ جھوٹ مت بولو۔ افتراء مت کرو اور زبان اور ہاتھ سے کسی کو ایذاء مت دو۔ اور ہر ایک قسم کے گناہ سے بچتے رہو اور نفسانی جذبات سے اپنے تئیں روکے رکھو کوشش کرو کہ تا تم پاک دل اور بے شر ہو جاؤ...... اور چاہیئے کہ تمام انسانوں کی ہمدردی تمہارا اصول ہو اور اپنے ہاتھوں اور اپنی زبانوں اور اپنے دل کے خیالات کو ہر ایک ناپاک منصوبہ اور فساد انگیز طریقوں اور خیانتوں سے بچاؤ۔ خدا سے ڈرو اور پاک دل سے اس کی

پرستش کرو اور ظلم اور تعدی اور غبن اور رشوت اور حق تلفی اور بے جا طرف داری سے باز رہو اور بد صحبت سے پرہیز کرو اور آنکھوں کو بد نگاہوں سے بچاؤ اور کانوں کو غیبت سننے سے محفوظ رکھو اور کسی مذہب اور کسی قوم اور کسی گروہ کے آدمی کو بدی اور نقصان رسانی کا ارادہ مت کرو۔ اور ہر ایک کیلئے سچے ناصح بنو......" (

پھر آپ اپنی تیسری شاخ جو کہ آپ کے الہامی دعوے ہیں ان کے متعلق تفصیل سے وضاحت فرمائی ہے۔ اور مختصر طور پر پہلے ذکر فرمایا ہے کہ الہام کی اہمیت اور افادیت کیا ہے اور پھر فرمایا کہ میں مسیح ناصری کے نقش قدم پر آیا ہوں اور اسی کے اخلاق کے ہر رنگ ہو کر آیا ہوں، غربت اور مسکینی اور حلیمی کا رنگ، آپ نے مسلمانوں کے ان قدیم نظریات کا رد کیا ہے جو کہ ایک ایسے مہدی کی انتظار میں ہیں جو فاطمی النسل ہو گا اور مخالفان اسلام سے جنگ کرے گا۔

آپ نے مہدی اور اس کے متعلق ایسے تمام عقائد اور خیالات کی تردید فرمائی اور لکھا:۔

"بلاشبہ ان کے عقیدے ایسے تھے جو کہ وحشیانہ جوشوں کو پیدا کرتے اور تہذیب اور شائستگی سے دور ڈالتے تھے۔ اور غور کرنیوالا سمجھ سکتا ہے کہ ایسے عقیدوں کا انسان ایک خطرناک انسان ہوتا ہے۔ سو خدا نے جو رحیم و کریم ہے میرے ظہور سے صلح کاری کی بنیاد ڈالی" (صفحہ ۱۸)

پھر آپ نے چوتھی شق پر تفصیل سے روشنی ڈالی کہ ان دعووں کے بعد قوم کا سلوک کیا ہوا۔ آپ نے لکھا کہ جب ان کے مزعومہ قصوں کے خونی مہدی کے خلاف میں نے اظہار کیا تو قوم کے علماء نے کفر کے فتوے لگائے اور واجب القتل ہونے کا اشتہار دیا اور یہ مشہور کیا کہ اس مہدی کا اور اس کے ماننے والوں کا مال و اسباب لوٹ لینا اور ہر طرح کا آزار دینا نہ صرف درست ہے بلکہ موجب ثواب ہے۔ اور اس کا روح رواں مولوی محمد حسین بٹالوی تھا۔ اور گندے گندے اشتہارات شائع کئے۔ اور اس معاملے میں جعفر زٹلی بھی پیش پیش تھا۔

پھر آپ نے اس امر پر روشنی ڈالی کہ دعوی سے قبل قوم کا میرے متعلق کیا گمان تھا اور بعد میں کیوں اس طرح عداوت شروع کی۔ آپ نے لکھا کہ دعوی سے قبل دوسرے علماء اور عوام الناس کی طرح مولوی محمد حسین بٹالوی بھی حد درجہ مدح خواں تھا اور انتہائی نیک انسان اور ولی اور مسلمانوں کا فخر اور گورنمنٹ انگریزی کا وفادار اور خیر خواہ سمجھتا تھا۔ چنانچہ بٹالوی نے اپنے اخبار میں ایک دفعہ لکھا کہ

"یہ شخص اسلام کی مالی، جانی و قلمی ولسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔"

حضور نے فرمایا کہ ان کی مخالفت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میں نے ان کے خیالات اور بے ہودہ قصوں کی تردید کی کہ قرآن و حدیث سے ایسے مہدی کا کوئی ثبوت نہیں ملتا جو کہ آ کر غیر مسلموں سے لڑائیاں کرے گا اور ان کا سارا روپیہ اور مال و دولت مسلمانوں اور مولویوں کو دے دے گا۔ سو اس طرح ان کے کروڑوں خیالی روپوں کا نقصان ہو گیا اور لوٹ مار کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے۔ جس کی وجہ سے انہوں نے ایسے مسکین، غریب اور حلیم الطبع مہدی کو قبول نہ کیا۔ علاوہ ازیں آپ نے اس رسالہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات اور ہندوستان کی طرف آمد کو بھی دلائل سے ثابت فرمایا ہے۔ علم طب کی معتبر کتابوں میں مرہم عیسی کے ذکر سے، کتب تاریخ اور دوسری مسلمہ شہادتوں سے آپ نے اپنے دعوٰی کو ثابت کیا اور فرمایا کہ "میری یہ تحقیق عارضی اور سرسری نہیں بلکہ نہایت مکمل ہے......" (صفحہ ۳۴)

آپ نے اپنی کتاب کے آخر پر دو اشتہار بطور ضمیمہ کے شامل کئے ہیں پہلے اشتہار میں محمد حسین بٹالوی کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جن میں حضرت مسیح موعود پر حکومت انگریزی کے خلاف بغاوت اور دوسرے ایسے اعتراضات کئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود......حکومت انگریزی کے خلاف باغیانہ خیالات کی تعلیم دیتے ہیں۔ آپ نے شافی و کافی جواب دیا کہ یہ سراسر جھوٹ پر مبنی اور تحریف شدہ باتیں ہیں۔ اور اس میں محمد

بقیہ صفحہ 21 ......پر

اتفاق یا نشان

مکرم ڈاکٹر سید حمید اللہ نصرت پاشا صاحب

فلکیات کی دنیا میں اتفاقات اور حادثات کا ایک مستقل بازار گرم ہے۔ ہر لمحہ ایسے ان گنت واقعات رونما ہوتے ہیں جن کا بظاہر آپس میں کوئی تعلق نہیں ہوتا نہ ہی وہ کسی خاص سمت میں ہماری توجہ اور عقل کو منتقل کرتے ہیں۔ ان حوادث کے وقوع کو ہم اکثر مادی قوانین کے آئینہ میں دیکھتے ہیں اور ہر حادثہ کی تان کسی طبیعاتی اصول پر آکر ٹوٹتی ہے۔ یوں اکثر وہ روحانی قوانین ہماری آنکھ سے اوجھل رہ جاتے ہیں جو ان مادی حادثات کو جنم دے رہے ہوتے ہیں۔

سائنسی ماہنامہ "ڈسکور" (DISCOVER) جنوری 1990ء کے شمارے میں ایک ایسے ہی واقعہ کی خبر شائع ہوئی۔ خبر امریکہ کی ریاست کیلیفورنیا کی مشہور فلکیاتی مشاہدہ گاہ "ماؤنٹ پالومار" کی ایک دلچسپ دریافت سے متعلق ہے۔ اپریل 1989ء کے پہلے ہفتہ کی بات ہے کہ اس مشاہدہ گاہ میں ایک ماہر ارضیات ہینری ہولٹ اور ایک ماہر فلکیات نارمن ٹامس ایسی خلائی فلموں کا مطالعہ کر رہے تھے، جو اس مشاہدہ گاہ میں نصب دوربینوں سے اپریل 1989ء کے پہلے ہفتے میں کھینچی گئی تھیں۔ ان فلموں کے مطالعہ کے دوران ان سائنسدانوں کو ہمارے اس کرہ ارض سے اندازاً ساڑھے چھ لاکھ میل کے فاصلہ پر ایک دیوہیکل خلائی تودہ نظر آیا جو زمین کے مخالف سمت میں جا رہا تھا۔ انہی خلائی تودوں کو ہم عام زبان میں شہب ثاقب کہتے ہیں۔ چنانچہ یہ جاننے کے لئے کہ یہ شہاب ثاقب کب ہماری زمین کے سب سے قریب تھا، اس محور کا سراغ لگایا گیا جس پر یہ شہاب ثاقب گامزن تھا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اپنے خلائی سفر کے دوران یہ شہاب ثاقب 23 مارچ 1989ء کے روز ہماری زمین کے سب سے قریب تھا۔ خبر کے مطابق اگر اس خلائی تودہ کا ہماری زمین سے تصادم ہو جاتا تو ایک انتہائی ہولناک تباہی ہو سکتی تھی جو ٹل گئی۔

1908ء میں روس کے علاقے سائبیریا کے جنگلات میں ایک زبردست دھماکہ ہوا تھا جس کے متعلق اب سائنسدانوں کو یہ یقین ہے کہ ایک شہاب ثاقب ہی تھا جو زمین سے ٹکرایا تھا۔ اس دھماکہ سے ایک وسیع و عریض علاقہ مکمل طور پر تباہ ہو گیا۔ اور اتنی حرارت پیدا ہوئی تھی جو ایک بڑے ایٹم بم سے ہوتی ہے۔ سائنسدان ٹامس کے مطابق جو شہاب ثاقب 23 مارچ 1989ء کو زمین کے قریب سے گزرا تھا وہ 1908ء میں سائبیریا میں گرنے والے شہاب ثاقب سے دس گنا بڑا تھا۔

23 مارچ 1989ء کو زمین سے اس شہاب ثاقب کے نظر نہ آنے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اس کا گزر غالباً ایسے اوقات میں ہوا جب زمین کے اس حصہ پر دن تھا۔ سائنسدان ٹامس کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس بات کا امکان بہت ہی کم ہے کہ آئندہ بھی کبھی یہ مخصوص شہاب ثاقب زمین کے اس قدر قریب سے گزرے۔

بات چلی تھی اتفاقات کے ذکر سے۔ اگر تو یہ اتفاق ہی ہے تو عجیب اتفاق ہے کہ سائنسدانوں کے نزدیک اس صدی میں شہاب ثاقب کے حوالے سے دو ہی قابل ذکر واقعات ہوئے ہیں۔ پہلا یکم جون 1908ء کو اور دوسرا 23 مارچ 1989ء کو۔ عجیب تر اتفاق یہ ہے کہ اول الذکر واقعہ سے صرف پانچ روز قبل یعنی 26 مئی 1908ء کو حضرت مسیح موعود..... کی وفات ہوئی تھی اور آخر الذکر واقعہ عین اس روز ہوا جب کہ حضور کا مشن اپنی پہلی صدی پوری کر رہا تھا اور دنیا بھر میں آپ کے ماننے والے خوشی اور تشکر کا ایک تاریخی جشن منا رہے تھے۔

یہ دونوں واقعات دراصل ایسے واقعات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تخلیق کردہ جسمانی اور روحانی دونوں عالموں میں باہم ایک ربط ہے۔ یہی بات حضرت اقدس مسیح موعود..... نے ایک مقام پر یوں تحریر فرمائی ہے:

"کیا یہ تعجب کی جگہ ہو سکتی ہے کہ جسمانی اور روحانی نظام

خدا تعالیٰ کی قدرت سے ہمیشہ ساتھ ساتھ رہیں"۔ (آئینہ کمالات (..... صفحہ 120 حاشیہ)

اس حقیقت کی روشنی میں آپ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
"اور شہادت کی رات آسمان سرخ ہو گیا" (تذکرۃ الشہادتین: صفحہ 119)

اگر ہم فقط مادی قوانین کی رو سے دیکھیں تو آسمان کا سرخ ہونا بھی ایک فلکیاتی یا موسمیاتی عمل ہے۔ لیکن جب یہی فلکیاتی عمل ایک ایسے موقع پر ظاہر ہوا جو روحانی لحاظ سے بھی اہم تھا تو یہ ایک نشان بن گیا۔ اب آیئے اس مضمون کو حضرت مسیح موعود..... کی ایک اور تحریر کے آئینہ میں دیکھتے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں:

"اس بات کے ماننے کے لئے ذرہ بھی استبعاد باقی نہیں رہتا کہ کثرت شہب وغیرہ روحانی طور پر ضرور خدا تعالیٰ کے اس روحانی انتظام کے تجدّد اور حدوث پر دلالت کرتے ہیں جو الٰہی دین کی تقویت کے لئے ابتداء سے چلا آتا ہے۔ خاص کر جب اس بات کو ذہن میں خوب یاد رکھا جائے کہ کثرت سقوط شہب وغیرہ صرف اسی امر سے براہ راست مخصوص نہیں کہ کوئی نبی یا وارث نبی اصلاح دین کے لئے پیدا ہو۔ بلکہ اس ضمن میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اس نبی یا وارث اور قائم مقام نبی کے ارہاصات پر بھی کثرت شہب ہوتی ہے بلکہ اس کی نمایاں فتوحات پر بھی کثرت سقوط شہب ہوتی ہے۔ (آئینہ کمالات..... صفحہ 121 حاشیہ)

اس تحریر کے حوالے سے یہ نقطہ اٹھ سکتا ہے کہ یہاں تو حضور نے شہب کی کثرت کا ذکر فرمایا ہے جب کہ 23 مارچ 1989ء کو ایک ہی شہاب ظاہر ہوا تھا۔ لیکن اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ بعض اوقات کسی واقعہ کی کیفیت ہی اتنی شدید ہوتی ہے کہ کمیت کا سوال باقی نہیں رہتا۔ یہی صورت حال یہاں نظر آتی ہے۔

آخر میں قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے یہ بھی عرض کردوں کہ جب اس خبر کی نقل خاکسار نے حضرت امام جماعت احمدیہ کی خدمت میں ارسال کی تو جواباً اپنے مکتوب گرامی میں حضور نے فرمایا:

"انگریزی رسالہ DISCOVER میں شائع ہونے والی شہاب ثاقب سے متعلق خبر بڑی اہم ہے۔ 23 مارچ 1989ء کو اس واقعہ کا ہونا اس لئے بھی نشان بنتا ہے کہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود..... کو شہب ثاقب کا نشان دیا گیا تھا۔ نیز اس کی عظمت اور کیفیت بتا رہی ہے کہ نئی صدی کے لئے آسمان سے ایک عظیم الشان خوشخبری کے طور پر ظاہر ہوا ہے۔ الحمد للہ۔ ثم الحمد للہ"۔

بقیہ از صفحہ....... 13

مہماں جو کر کے الفت آئے بصد محبت
دل کو ہوئی ہے فرحت اور جاں کو میری راحت
پر دل کو پہنچے غم جب یاد آئے وقت رخصت
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

آخر پر ایک غیر کی رائے ملاحظہ فرمائیں۔
مولانا ابوالکلام آزاد کے بڑے بھائی مولانا ابوالنصر مرحوم ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود..... کی ملاقات کے لئے قادیان گئے جو بہت زیرک اور سمجھدار بزرگ تھے۔ قادیان سے واپس آکر انہوں نے اخبار "وکیل" امرت سر میں ایک مضمون لکھا جس میں فرماتے ہیں:

"میں نے کیا دیکھا؟ قادیان دیکھا مرزا صاحب سے ملاقات کی اور ان کا مہمان رہا۔ مرزا صاحب کے اخلاق اور توجہ کا مجھے شکریہ ادا کرنا چاہیئے..... اکرام ضیف کی صفت خاص اشخاص تک محدود نہ تھی۔ چھوٹے سے لے کر بڑے تک ہر ایک نے بھائی کا سا سلوک کیا..... مرزا صاحب کی صورت نہایت شاندار ہے جس کا اثر قوی ہوتا ہے"۔ (مکرم نصیر احمد بدر صاحب۔ مربی سلسلہ احمدیہ)

وہ بستی جس کے ذروں نے مسیحا کے قدم چومے

مکرم حافظ راشد جاوید صاحب (مربی سلسلہ احمدیہ)

دوپہر کا وقت تھا۔ ہلکی ہلکی دھوپ بہت بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ تقریباً ۸۰۰ افراد پر مشتمل ہمارا قافلہ "سمجھوتہ ایکسپریس" کے ذریعہ لاہور سے اٹاری کی طرف عازم سفر تھا جونہی ہم اٹاری اسٹیشن پہنچے، جو کہ انڈیا کی پہلی چیک پوسٹ ہے تو فضا نعرہ تکبیر اللہ اکبر سے گونج اٹھی۔ ضروری کاروائی سے فارغ ہو کر اسٹیشن سے باہر نکلے تو قادیان والوں نے خصوصی طور پر بسوں کا انتظام کیا ہوا تھا۔ سترہ بسوں کے ذریعہ ہمارا قافلہ قادیان کی طرف روانہ ہوا۔ پنجاب میں حالات کی خرابی کے باعث حفاظت کیلئے بسوں کے آگے اور پیچھے پولیس کی جیپیں تھی۔ جوں جوں ہم قادیان کے قریب ہوتے جا رہے تھے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔ ہر ایک احمدی کا دل خدا کے حضور شکر بجا لا رہا تھا کہ اس مولا کریم نے ہمیں اس موعود وجود کی سرزمین دیکھنے کی توفیق دی جس کے بارے میں ہمارے آقا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس کو میرا سلام پہنچانا خواہ تمہیں برف کے پہاڑوں پر سے گھٹنوں کے بل چل کر ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور جونہی ہم قادیان کی بستی میں پہنچے تو فضا ایک بار پھر نعرہ تکبیر اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔ لیکن انتہائی حیرت انگیز یہ بات تھی کہ جن لوگوں کے ملک میں ہم خدائے وحدہ یگانہ اور اس کے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بابرکات میں نعرے لگا رہے تھی وہ نہ تو مسلمان تھے اور نہ ہی وہ خدائے واحد کے اس رنگ میں قائل تھے جس رنگ میں مسلمان مانتے ہیں۔ مگر باوجود اس کے احمدیوں سے اللہ اکبر اور محمدؐ عربی کے نعرے سن کر نہ تو ان کے نازک جذبات مجروح ہو رہے تھے اور نہ ہی ان کے علماء چیخ چیخ کر یہ مطالبہ کر رہے تھے کہ خدا را احمدیوں کا جلسہ روکیئے ورنہ آسمان ٹوٹ پڑے گا۔ ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر تو جلسہ میں مصروف رہے اس دوران جب بھی ہم بلند آواز سے "اسلام زندہ باد" کے نعرے لگاتے تو جسم میں سنسناہٹ سی دوڑ جاتی کہ ابھی پولیس والوں میں سے کوئی نکلے گا اور ہمیں لوہے کے کنگن پہنا کر فرد جرم عائد کرے گا کہ تم نے اسلام کو زندہ باد کیوں کہا۔ مگر پھر جب پولیس کی طرف دیکھتے تو ان کے چہروں پر مسکراہٹ پاتے اور پھر ڈراونے خواب سے بیدار ہو جاتے اور سوچتے کہ یہاں پر تو ہم بھی خود کو وہی کہہ سکتے ہیں جو ہم ہیں۔

بیت المبارک اور مبارک مقامات

جلسہ کے تین دن پلک جھپکتے ہی گزر گئے۔ اب ہم نے قادیان کے مقامات دیکھنے کی طرف توجہ کی حضرت مسیح موعود کا گھر دیکھا جس میں حضرت مسیح موعود رہا کرتے تھے وہ کمرہ دیکھا جس میں حضور پیدا ہوئے اور وہ کمرہ بھی جس میں حضرت مصلح موعود پیدا ہوئے تھے۔ وہ بیت المبارک بھی دیکھی جس کے بارے میں حضور کو الہام ہوا کہ "اس میں لوگوں کیلئے برکت ہے" اس میں داخل ہونے کیلئے تین راستے ہیں۔ مرکزی راستہ سے ۱۷ سیڑھیاں چڑھ کر بیت میں داخل ہونا پڑتا ہے۔ یہ ۱۸۸۳ء میں پہلی بار تعمیر کی گئی۔ اس وقت صرف اس میں ۳۰ آدمیوں کے عبادت کرنے کی گنجائش تھی۔ ۱۹۰۷ء میں اس میں پہلی بار توسیع کی گئی۔ اور ۱۹۴۴ء میں دوسری بار اس میں اضافہ کیا گیا۔ اس سے ملحق وہ حجرہ بھی ہے جس میں کشفی طور پر حضور کی قمیض پر سرخی کے چھینٹے پڑے تھے اس حجرہ کا دروازہ اسی بیت میں کھلتا ہے۔ نیز بیت المبارک سے ملحق وہ کمرہ بھی ہے جس میں حضور تصنیف و تالیف کا کام کرتے تھے۔ اس کو "بیت الفکر" کہتے ہیں۔ اس میں دو میز پڑے ہوتے تھے حضور چل پھر سکتے ایک طرف سے قلم پر سیاہی لگاتے اور لکھتے جاتے اور دوسری طرف سے پھر سیاہی لگا کر لکھتے رہتے۔ ان میں سے ایک میز حضرت میاں وسیم احمد صاحب کے گھر میں موجود ہے۔ بیت الفکر سے ملحق ہ کمرہ بھی ہے جس میں حضور دن رات دعاؤں میں مشغول رہتے اس

کو "بیت الدعا" کہتے ہیں۔ ۱۳ مارچ ۱۹۰۳ء کو اس کی تعمیر ہوئی۔ اس سے اوپر بالکل اسی نقشہ میں ایک اور کمرہ ہے جس میں حضور کے جانثار رفیق حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی عبادت کیا کرتے تھے۔ بیت الدعا کے بارے میں حضور فرماتے ہیں کہ خدا نے مجھے بتایا "جو شخص بیت الذکر میں باخلاص و قصد و تعبد و نیت داخل ہو گا وہ سوئے خاتمہ سے امن میں آجائے گا۔ بیت الدعا کے سامنے چھوٹا سا ایک صحن ہے جسے "دالان حضرت اماں جان" کہتے ہیں بیت الدعا کے سامنے ایک کمرہ ہے جسے مردانہ نشست گاہ کہتے ہیں۔ اس میں حضور نے ۱۸۷۵ء کے آخر میں ۸-۹ ماہ کے روزے رکھے اس کمرہ کے دونوں طرف کھڑکیاں تھیں۔ جو کھڑکی گھر کی طرف کھلتی اس سے حضور برتن لٹکا کر کھانا لیتے اور دوسری کھڑکی جو گلی میں کھلتی اس سے وہ کھانا دو یتیم بچوں کو دے دیتے ان دنوں حضور کی اپنی خوراک نہایت قلیل ہو گئی تھی۔

بیت المبارک سے ساتھ والی گلی میں آج کل امور عامہ کا دفتر ہے جو پہلے خزانہ کا دفتر ہوتا تھا اس میں ابھی تک لکڑی کا وہ شیڈ موجود ہے جس پر لوائے احمدیت رکھا جاتا تھا یہ وہ لوائے احمدیت ہے جس کی روئی رفیقان حضرت مسیح موعود نے کاشت کی اور رفیقات مسیح موعود نے اس کو کاتا اور اس سے لوائے احمدیت تیار کروایا گیا۔ اس دفتر کے آگے گلی میں وہ جگہ بھی ہے۔ جہاں پر حضور کے رشتہ داروں نے حضور کو تنگ کرنے کیلئے دیوار تعمیر کر دی تھی جس کیلئے حضور کو باذن الہی عدالت سے رجوع کرنا پڑا۔

بیت الاقصیٰ اور منارۃ المسیح

آگے بیت الاقصیٰ آتی ہے جس کو حضور کے والد ماجد نے ۱۸۷۶ء میں ایک بلند جگہ پر تعمیر کروایا۔ ۱۹۰۰ء میں اس میں حضور نے پہلی بار توسیع کروائی۔ دوسری توسیع ۱۹۱۰ء اور تیسری ۱۹۳۸ء میں ہوئی۔ اس میں داخل ہونے کیلئے تین راستے ہیں مرکزی راستہ سے داخل ہونے کیلئے ۱۳ سیڑھیاں چڑھنی پڑتی ہیں صحن سے المبیت کے ہال میں داخل ہونے کیلئے ۱۳ محرابی راستے ہیں۔ دائیں طرف سے دوسرے محرابی راستے میں کھڑے ہو کر حضور نے ۱۱ اپریل ۱۹۰۰ء کو خطبہ الہامیہ ارشاد فرمایا تھا۔ جس کے بارے میں کہا گیا کہ کلام افصحت من لدن رب کریم۔ بیت الاقصیٰ کے صحن میں دائیں طرف حضور کے والد ماجد کی قبر ہے قریب ہی بلند و بالا مینارۃ المسیح ہے جو کہ ہشت پہلو مینار ہے اس کی بلندی ۱۰۵ فٹ ہے۔ تین منزلیں ہیں اور ۹۲ سیڑھیاں ہیں۔ اس پر ۱۹۳۸ء میں ٹاور کلاک لگایا گیا جس کے چاروں طرف ڈائل ہے۔ ۱۹۳۵ء میں اس پر سنگ مرمر کے سلیب لگوائے گئے بیت الاقصیٰ کے اردگرد جماعت کے اہم دفاتر ہیں۔

بہشتی مقبرہ

اس کے بعد ہم بہشتی مقبرہ گئے جس کی بنیاد حضور نے مشیت الہی کے مطابق ۲۰ دسمبر ۱۹۰۵ء کو رکھی۔ اور اس میں پہلے دفن ہونے والے حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی تھے جو ۲۷ دسمبر ۱۹۰۵ء میں فوت ہوئے۔ بہشتی مقبرہ کے اردگرد وسیع احاطہ ہے جس کے اندر باغ بھی ہے اور ایک مکان بھی ہے اس مکان کے ایک کمرہ میں وفات کے بعد حضور کا جسد اطہر لا کر رکھا گیا تھا۔ باغ میں وہ جگہ بھی ہے جہاں پر حضور سیر کیلئے تشریف لاتے تو بیٹھتے اور موسمی پھل وغیرہ کھاتے اس جگہ کے اردگرد اب کمرہ بنا دیا گیا ہے جس کو "شہ نشین" کہتے ہیں۔ یہ وہی باغ ہے جس میں حضور زلزلہ کے دنوں میں رونق افروز ہوئے تھے۔ اس احاطہ کے اندر وہ جگہ بھی ہے جہاں پر خلافت اولیٰ کی بیعت کی گئی۔

بہشتی مقبرہ سے باہر نکلیں تو قریب ہی "ایوان خدمت" کے نام سے خدام الاحمدیہ بھارت کا عظیم الشان دفتر موجود ہے۔ بہشتی مقبرہ کے راستے میں وہ ڈھاب بھی آتی ہے جس پر حضرت مسیح موعود نے چندہ اکٹھا کر کے پل تعمیر کروایا تھا۔ قادیان سے باہر بس اسٹینڈ کے قریب حضور کے والدین کا آبائی قبرستان بھی موجود ہے۔ قادیان میں ہم نے سر ظفر اللہ خان صاحب، حضرت مصلح موعود، حضرت درد صاحب اور حضرت اماں جان کی کوٹھیاں بھی دیکھیں۔ جو اب ان لوگوں کے قبضے میں ہیں۔ قریب ہی بیت الانوار ہے جس کے

اردگرد سکھ آباد ہیں مگر کبھی انہوں نے اس بیت کو کوئی نقصان وغیرہ نہیں پہنچایا اور نہ ہی اس سے ان سکھوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ قادیان میں ہم نے وہ سکول اور کالج بھی دیکھے جو جماعت نے تعمیر کروائے تھے۔ تعلیم الاسلام کالج اب سکھ خالصہ کالج بن چکا ہے۔ یہ اب بھی احمدیوں کی ملکیت ہیں گورنمنٹ ان کا کرایہ دیتی ہے۔ کالج کے پیچھے ایک باغ ہے اس میں بیت الصفا بھی ہے جو حضور کے ایک رفیق نے تعمیر کروائی تھی۔ سکول میں بیت النور بھی موجود ہے جس میں خلافت ثانیہ کی بیعت ہوئی تھی سکول اور کالج سے قریب ہی حضرت خلیفۃ المسیح اول کی رہائش گاہ نور بلڈنگ کے نام سے اب بھی موجود ہے۔ اس کے سامنے نور ہسپتال بھی موجود ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح اول نے قائم فرمایا تھا اب سرکاری ہسپتال بن چکا ہے۔

قادیان میں خوبصورت دارالضیافت، مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ بھی موجود ہیں۔ ابھی قادیان کے ذرے ذرے کو چومنے کی حسرت پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ ہمارا سات دن کا ویزہ ختم ہوگیا۔ جدائی اور فراق کی گھڑیاں آن پہنچیں حزیں دل اور گریاں آنکھوں سے اس بستی کو مجبوراً الوداع کہنا پڑا۔ اب جب اس بستی کی یاد ستاتی ہے تو وہ شعر یاد آجاتا ہے۔

یہ سچ ہے ہم نے چھوڑا تھا تجھے تو نے نہیں چھوڑا
مگر پھر لوٹ کر آنے کا وعدہ بھی نہیں توڑا
تیری تاریخ کو قومیں ہمیشہ یاد رکھیں گی
تجھے شاداب رکھیں گی تجھے آباد رکھیں گی

بقیہ از صفحہ......16

حسین بٹالوی کے جھوٹ کو ثابت کیا ہے اور ساتھ وضاحت کی ہے کہ اس طرح کے خیالات تو محمد حسین کے اپنے ہیں۔

دوسرے اشتہار میں آپ نے اپنے مخالفین اور خصوصاً محمد حسین بٹالوی کے منافقانہ رویہ کا اشتہار کے ذریعہ اظہار کیا اور ثابت کیا کہ جو الزامات یہ لوگ مجھ پر لگاتے ہیں ان کے مطابق عقائد ان لوگوں کے اپنے ہیں۔

(مرتبہ: سید مبشر احمد ایاز)

ایک مسئلہ اور مجلسِ افتاء کا فیصلہ

اس فیصلہ کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے منظور فرمایا ہے۔

مسئلہ:- علاج کے سلسلہ میں انسانی اعضاء کی پیوند کاری یا مریض کو انسانی خون دینے کے بارہ میں شرعی پوزیشن کیا ہے؟

فیصلہ:-

1- پیوند کاری کا عمل بصورت علاج جائز ہے
2- اس عمل کیلئے اعضاء کا لینا اور دینا جائز ہے
3- اعضاء کے دینے کی وصیت کرنا ایک کار ثواب اور صدقہ جاریہ ہے۔
4- اس طرح کے عمل کیلئے انسان کے مردہ جسم کے کسی عضو کے کاٹنے سے مردہ کے جسم کی تذلیل نہیں ہوتی۔
5- پیوند کاری میں بعض امور کی احتیاط ضروری ہے۔ اور ان امور کی سب کمیٹی کی رپورٹ میں نشاندہی کی گئی ہے۔ مثلاً کہ موت کب واقع ہوئی ہے۔ موت کے پہلے اور بعد کس طرح اعضاء دوسرے کے فائدہ کیلئے دئے جا سکتے ہیں۔ یا مثلاً موت اس وقت واقع ہوتی ہے جب دماغ کی کارکردگی معطل ہو جائے۔ اس طرح اعضاء کی قطع و برید اس کے سائنسی ثبوت کے بعد ہی کی جا سکتی ہے اور اس میں تقویٰ کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔
6- زندگی میں وہی عضو ایثار کے طور پر دئے جا سکتے ہیں جن کے بغیر دینے والے کی تندرست زندگی کا امکان غالب ہو۔

فیصلہ مجلس افتاء 55 مورخہ 26-6-83

(بحوالہ اخبار احمدیہ لندن دسمبر 90ء)

اعلان ولادت

مکرم نسیم احمد صاحب خالد (مغربی جرمنی) کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹی کے بعد بیٹے سے نوازا ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بچے کا نام از راہ شفقت "مروان احمد" رکھا ہے۔ نومولود وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے۔ موصوف مکرم چوہدری عبدالحئی صاحب کا پوتا اور مکرم محمد امین صاحب کا نواسہ ہے۔ احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ بچے کو خادم دین اور والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ (آمین)

(قمر احمد محمود۔ دارالرحمت شرقی ب۔ ربوہ)

قسط اول

مکرم حافظ مظفر احمد صاحب

دعا کے بارہ میں

سیدنا حضرت مسیح موعود کے ارشادات

دعا کے متعلق سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ نے خطبہ جمعہ ۱۲ جنوری ۱۹۹۰ء میں فرمایا:

"مومن کا اپنی انفرادی زندگی میں بھی اور اپنی اجتماعی زندگی میں بھی دعا کے ساتھ ایک ایسا ہی رشتہ ہے جیسا زندگی کا سانسوں کے ساتھ ہوتا ہے یا خون کی گردش کا دل کی دھڑکنوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا سلسلہ ہے جو طبعاً خود بخود جاری و ساری رہتا ہے۔ مومن کو یہ یاد دلانے کی ضرورت نہیں پڑا کرتی کہ تم اپنے ہر کام میں ہر مشکل میں ہر ضرورت میں دعا کا سہارا لو۔ طبعی طور پر سب سے پہلے خیال دعا ہی کی طرف جاتا ہے خواہ کوئی خوف پیدا ہو یا کوئی امید ہو۔ کسی چیز کے ضرورت پیش آئے یا کسی خطرہ سے بچنے کا خیال ہو۔ ہر صورت میں امید ہو یا خوف ہو یا رجاء دعا ہی ہے جو سب سے پہلے مومن کے ذہن میں اولین سہارے کے طور پر ابھرتی ہے۔ اس سلسلے میں حضرت اقدس مسیح موعود نے اپنے ملفوظات میں اور تحریروں میں جو روشنی ڈالی ہے۔ ایک بہت ہی ضخیم مضمون ہے اور جماعت کو چاہئیے کہ خصوصیت کے ساتھ حضرت اقدس مسیح موعود کی دعا کے تعلق میں تعلیمات کا مطالعہ کیا کریں۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ دعا کے مضمون پر حضرت اقدس مسیح موعود کی تحریرات میں سے الگ منتخبہ حصے دعا کے عنوان کے تابع شائع ہونے چاہیں تاکہ بکثرت احباب جماعت بھی اور دوسرے لوگ اس سے استفادہ کر سکیں"۔ (الفضل ۱۵ فروری ۱۹۹۰ء)

دعا کی اہمیت

سیدنا حضرت مسیح موعود........نے مادیت کے اس دور میں جب کہ سرسید جیسے شہرہ ہند مسلمان رہنماء دعا کا انکار کر رہے تھے۔ دعا کی حقیقت اور فلاسفی دنیا کے سامنے رکھی۔ سرسید کی غلط فہمی (کہ دعائیں قبول نہیں ہوتیں اور استجابت دعا سے مراد محض قبولیت عبادت ہے) کا ازالہ کرتے ہوئے اور قبولیت دعا کی حقیقت بیان کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں کہ "دعا کی اہمیت یہ ہے کہ ایک سعید بندہ اور اس کے رب میں ایک تعلق مجاذبہ ہے یعنی پہلے خدا تعالیٰ کی رحمانیت بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے پھر بندہ کے صدق کی کوششوں سے خدا تعالیٰ اس کے نزدیک ہو جاتا ہے اور دعا کی حالت میں وہ تعلق ایک خاص مقام تک پہنچ کر اپنے خواص عجیبہ پیدا کرتا ہے سو جس وقت بندہ کسی مصیبت میں مبتلاء ہو کر خدا کی طرف کامل یقین اور کامل امید اور کامل محبت اور کامل وفاداری اور کامل ہمت کے ساتھ جھکتا اور نہایت درجہ کا بیدار ہو کر غفلت کے پردوں کو چیرتا ہوا فنا کے میدانوں میں آگے سے آگے نکل جاتا ہے۔ پھر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہ الوہیت ہے اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں تب اس کی روح اس کے آستانہ پر سر رکھ دیتی ہے اور قوت جذب جو اس کے اندر رکھی گئی ہے وہ خدا تعالیٰ کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے تب اللہ جل شانہ اس کام کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس دعا کا اثر ان تمام مبادی اسباب پر ڈالتا ہے جس سے ایسے اسباب پیدا ہوتے ہیں۔ جو اس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے ضروری ہیں۔ مثلاً اگر بارش کیلئے دعا ہے تو بعد استجابت دعا کے وہ اسباب طبعیہ جو بارش کیلئے ضروری ہوتے ہیں اس دعا کے اثر سے پیدا کئے جاتے ہیں۔ اور اگر قحط کیلئے بد دعا کرتا ہے تو قادر مطلق مخالفانہ اسباب کو پیدا کر دیتا ہے اسی وجہ سے یہ بات ارباب کشف اور کمال کے نزدیک بڑے بڑے تجارب سے ثابت ہو چکی ہے کہ کامل کی دعا میں قوت تکوین پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی باذنہ تعالیٰ وہ دعا عالم سفلی اور علوی میں تصرف کرتی ہے اور عناصر اور اجرام فلکی اور انسانوں کے دلوں کو اس طرف لے

آتی ہے جو طرف موید مطلوب ہے خدا تعالیٰ کی پاک کتابوں میں اس کی نظیریں کچھ کم نہیں۔ بعض اعجاز کی بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل استجابت دعا ہی ہے۔ اور جس قدر ہزاروں معجزات انبیاء سے ظہور میں آئے ہیں یا جو کچھ اولیائے کرام ان دنوں تک عجائب کرامات دکھلاتے رہے ہیں اس کا اصل اور منبع یہی دعا ہے اور اکثر دعاوں کے اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرت قادر کا تماشا دکھلا رہے ہیں"۔ (۱)

دعا کی فلاسفی

"دیکھو ایک بچہ بھوک سے بے تاب اور بے قرار ہو کر دودھ کیلئے چلاتا اور چیختا ہے تو ماں کے پستان میں دودھ جوش مار کر آجاتا ہے۔ حالانکہ بچہ تو دعا کا نام بھی نہیں جانتا۔ لیکن یہ کیا سبب ہے کہ اس کی چیخیں دودھ کو جذب کر لیتی ہیں۔ یہ ایک ایسا امر ہے کہ عموماً ہر ایک صاحب کو جس کا تجربہ ہے بعض اوقات ایسا دیکھا گیا ہے کہ مائیں اپنی چھاتیوں میں دودھ کو بعض اوقات محسوس بھی نہیں کرتیں اور بعض اوقات ہوتا بھی نہیں لیکن جونہی بچہ کی دردناک چیخ کان میں پہنچی فوراً دودھ اتر آیا ہے جیسے بچہ کی ان چیخوں کو دودھ کے جذب اور اور کشش کے ساتھ ایک علاقہ ہے میں سچ کہتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری چلاہٹ ایسی ہی اضطراری ہو تو وہ اس کے فضل اور رحم کو جوش دلاتی ہے اور اس کو کھینچ لاتی ہے اور میں اپنے تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ خدا کے فضل اور رحمت کو جو قبولیت دعا کی صورت میں آتا ہے میں نے اپنی طرف کھینچتے ہوئے محسوس کیا ہے بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ دیکھا ہے۔ ہاں آج کل کے زمانہ کے تاریک دماغ فلاسفر اس کو محسوس نہ کر سکیں یا نہ دیکھ سکیں تو یہ صداقت دنیا سے اٹھ نہیں سکتی اور خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ میں قبولیت دعا کا نمونہ دکھلانے کیلئے ہر وقت تیار ہوں"۔ (۲)

دعا کی اہمیت

"قرآن شریف سے تو معلوم ہوتا ہے کہ نہایت اعلیٰ ذریعہ خداشناسی کا دعا ہی ہے اور اس کی ہستی اور صفت کاملہ کی معرفت تامہ یقینیہ کاملہ دعا سے ہی حاصل ہوتی ہے اور کسی ذریعہ سے حاصل نہیں ہوتی۔ وہ امر جو ایک بجلی کی چمک کی طرح ایک دفعہ انسان کو تاریکی کے گڑھے سے کھینچ کر روشنی کی کھلی فضاء میں لاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر دیتا ہے وہ دعا ہی ہے"۔ (۳)

دعا کے لوازمات

"اور دعا کامل کے لوازمات یہ ہیں کہ اس میں رقت ہو اضطراب اور گدازش ہو۔ جو دعا عاجزی اضطراب اور شکستہ دلی سے بھری ہوئی ہو وہ خدا تعالیٰ کے فضل کو کھینچ لاتی ہے اور قبول ہو کر اصل مقصد تک پہنچاتی ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ دعا بھی خدا تعالیٰ کے فضل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور پھر اس کا علاج یہی ہے کہ دعا کرتا رہے خواہ کیسی ہی بے دلی اور بے ذوقی ہے۔ لیکن اگر یہ میسر نہ ہو تو تکلف اور تصنع سے ہی کرتا رہے۔ اصلی اور حقیقی دعا کے واسطے بھی دعا ہی کی ضرورت ہے۔

بہت سے لوگ دعا کرتے ہیں اور ان کا دل سیر ہو جاتا ہے وہ کہہ اٹھتے ہیں کہ کچھ نہیں بنتا۔ مگر ہماری نصیحت یہ ہے کہ اس خاک پزیری میں ہی برکت ہے کیونکہ کہ آخر گوہر مقصود یہیں سے نکل آتا ہے اور ایک دن آجاتا ہے کہ جب اس کا دل زبان کے ساتھ متفق ہو جاتا ہے۔ اور پھر خود ہی وہ عاجزی اور رقت جو دعا کے لوازمات ہیں پیدا ہو جاتی ہے۔ جو رات کو اٹھتا ہے خواہ کتنی ہی عدم حضوری اور بے صبری ہو لیکن اگر وہ اس حالت میں بھی دعا کرتا ہے کہ الٰہی دل تیرے............ ہی قبضہ اور تصرف میں ہے تو اس کو صاف کر دے اور عین قبض کی حالت میں اللہ سے بسط چاہے تو اس قبض سے بسط نکل آئے گی۔ اور رقت پیدا ہو جائے گی۔ یہی وہ وقت ہے جو قبولیت کی گھڑی کہلاتا ہے۔ وہ دیکھے گا کہ اس وقت روح آستانہ الوہیت پر پانی کی طرح بہتی ہے اور گویا

ایک قطرہ ہے جو اوپر سے نیچے کی طرف گرتا ہے"۔ (۴)
"یاد رکھو دعا ایک موت ہے اور جیسے موت کے وقت اضطراب اور بے قراری ہوتی ہے۔ اسی طرح پر دعا کیلئے بھی ویسا ہی اضطراب اور جوش ہونا ضروری ہے۔ اس لئے دعا کے واسطے پورا پورا اضطراب اور گدازش جب تک نہ ہو تو بات نہیں بنتی۔ پس چاہیئے کہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر نہایت تفرع اور زاری و ابتہال کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور اپنی مشکلات کو پیش کرے اور اس دعا کو اس حد تک پہنچا دے کہ ایک موت کی سی صورت پیدا ہو جائے اس وقت دعا قبولیت کے درجہ تک پہنچتی ہے"۔ (۵)
"دعا کے اندر قبولیت کا اثر اس وقت پیدا ہوتا ہے جب وہ انتہائی درجہ کے اضطرار تک پہنچ جائے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی قبولیت کے سامان اور آثار پیدا ہو جاتے ہیں"۔ (۶)
"کلام الٰہی میں لفظ مضطر ہے وہ ضرر یافتہ مراد ہے جو محض ابتلاء کے طور پر ضرر یافتہ ہو نہ سزا کے طور پر۔ ورنہ لازم آئے گا کہ قوم نوح قوم لوط اور قوم فرعون وغیرہ کی دعائیں اس اضطرار میں قبول کی جائیں"۔ (۷)

دعا میں اضطراب کی مثال

"دعا کو پہلے ضرور ہے کہ اس مقام اور حد تک پہنچایا جاوے جہاں پہ پہنچ کر وہ نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے۔ جس طرح آتشی شیشے کے نیچے کپڑا رکھ دیتے ہیں اور سورج کی شعائیں اس شیشہ پر آ کر جمع ہو جاتی ہیں۔ اور ان کی حرارت اور حدت اس مقام تک پہنچ جاتی ہے جو اس کپڑے کو جلا دے۔ پھر یکایک وہ کپڑا جل اٹھتا ہے۔ اس طرح پر ضروری ہے کہ دعا اس مقام تک پہنچے جہاں اس میں وہ قوت پیدا ہو جاوے کہ نامرادیوں کو جلا دے اور مقصد مراد کو پورا کرنے والی ثابت ہو جاوے"۔ (۸)
دعا کرنے والے کیلئے راستبازی اور تقویٰ شرط ہے۔
"مگر یہ بات بھی بسوز دل سن لینی چاہیئے کہ قبول دعا کیلئے بھی چند شرائط ہوتی ہیں۔ ان میں سے بعض تو دعا کرنے والے کے متعلق ہوتیں ہیں۔ اور بعض دعا کروانے والے کے متعلق۔ دعا کرانے والے کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت کو مدنظر رکھے اور اس کے ذاتی غناء سے ہر وقت ڈرتا رہے اور صلح کاری اور خدا پرستی اپنا شعار بنا لے۔ تقویٰ اور راستبازی سے خدا کو خوش کرے تو ایسی صورت میں دعا کیلئے باب استجابت کھولا جاتا ہے۔ اور اگر وہ خدا تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے اور اس سے بگاڑ اور جنگ قائم کرتا ہے تو اس کی شرارتیں اور غلط کاریاں دعا کی راہ میں ایک اور چٹان ہو جاتی ہیں اور استجابت کا دروازہ اس کیلئے بند ہو جاتا ہے۔ پس ہمارے دوستوں کیلئے لازم ہے کہ وہ ہماری دعاؤں کو ضائع ہونے سے بچاویں اور ان کی راہ میں کوئی روک نہ ڈال دیں۔ جو ان کی ناشائستہ حرکات سے پیدا ہو سکتی ہیں۔
ان کو چاہیئے کہ وہ تقویٰ کی راہ اختیار کریں کیونکہ تقویٰ ہی ایک ایسی چیز ہے جس کو شریعت کا خلاصہ کہہ سکتے ہیں۔....... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما یتقبل اللہ من المتقین۔ گویا اللہ تعالیٰ متقیوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ یہ گویا اس کا وعدہ ہے اور اس کے وعدوں میں تخلف نہیں ہوتا۔ جیسا کہ فرمایا ہے ان اللہ لا یخلف المیعاد پس جس حال میں تقویٰ کی شرط قبولیت دعا کیلئے ایک غیر منفک شرط ہے تو ایک انسان غافل اور بے راہ ہو کر اگر قبولیت دعا چاہے تو کیا وہ احمق اور نادان نہیں ہے؟ لہذا ہماری جماعت کو لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ہر ایک ان میں سے تقویٰ کی راہوں پر قدم مارے تاکہ قبولیت دعا کا سرور اور حظ حاصل کرے اور زیادتی ایمان کا حصہ لے"۔ (۹)
قبولیت دعا کیلئے فسق و فجور کو چھوڑنا ضروری ہے۔
"یہ خوب یاد رکھو کہ انسان کی دعا اس وقت قبول ہوتی ہے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کیلئے غفلت فسق و فجور کو چھوڑ دے۔ جس قدر قرب الٰہی انسان حاصل کرے گا اسی قدر قبولیت دعا کے ثمرات سے حصہ لے گا۔ اسی لئے فرمایا

واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان فلیستجیبوالی و لیومنوا بی لعلهم یرشدون

اور دوسری جگہ فرمایا ہے

وانی لهم التناوش من مکان بعید

یعنی جو مجھ سے دور ہو اس کی دعا کیونکر سنے یہ گویا عام قانون قدرت کے نظارہ سے ایک سبق لیا ہے۔ یہ نہیں کہ خدا سن نہیں سکتا وہ دل کے مخفی در مخفی ارادوں اور ان ارادوں سے بھی واقف ہے جو ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ مگر یہاں انسان کو قرب الٰہی کیطرف توجہ دلائی ہے کہ جیسے دور کی آواز سنائی نہیں دیتی اس طرح پر جو شخص غفلت اور فسق و فجور میں مبتلاء رہ کر مجھ سے دور ہو جاتا ہے جس قدر وہ دور ہوتا ہے اسی قدر حجاب اور فاصلہ اس کی دعاؤں کی قبولیت میں ہوتا جاتا ہے۔ کیا سچ کہا ہے پیدا است ندا را کہ بلند ہست جنابت"۔ (۱۰)

کثرت گناہ کی وجہ سے دعا میں کوتاہی نہ ہونی چاہیے

"گناہ کرنے والا اپنے گناہوں کی کثرت وغیرہ کا خیال کر کے دعا سے باز ہرگز نہ رہے۔ دعا تریاق ہے۔ آخر دعاؤں سے دیکھ لے گا کہ گناہ اسے کیسا برا لگنے لگا۔ جو لوگ معاصی میں ڈوب کر دعا کی قبولیت سے مایوس رہتے ہیں اور توبہ کی طرف رجوع نہیں کرتے آخر وہ انبیاء اور ان کی تاثیرات کے منکر ہو جاتے ہیں"۔

"دعا کرنے میں صرف تضرع کافی نہیں بلکہ تقویٰ اور طہارت اور راست گوئی اور کامل یقین اور کامل محبت اور کامل توجہ اور یہ کہ جو شخص اپنے لئے دعا کرتا ہے یا جس کیلئے دعا کی گئی ہے اس کی دنیا و آخرت کیلئے اس بات کا حاصل ہونا خلاف مصلحت الٰہی نہ ہو۔ کیونکہ بسا اوقات دعائیں اور شرائط تو سب جمع ہو جاتے ہیں مگر جس چیز کو مانگا گیا ہے وہ عند اللہ سائل کیلئے خلاف مصلحت ہوتی ہے اور اس کے پورا کرنے میں خیر نہیں ہوتی"۔ (۱۱)

بے محل دعا کی مثال

"اللہ تعالیٰ دعا کو رد نہیں کرتا۔ لیکن کسی اور صورت میں پیدا کر دیتا ہے۔ مثلاً ایک زمیندار جس کو ہل چلانے کیلئے بیل کی ضرورت ہے۔ وہ بادشاہ کے پاس جا کر ایک اونٹ کا سوال کرے اور بادشاہ جانتا ہے کہ اس کو دراصل بیل دینا مفید ہوگا۔ اور وہ حکم دے دے کہ اس کو ایک بیل دے دو۔ تو وہ زمیندار اپنی بے وقوفی سے کہہ دے گا کہ میری درخواست منظور نہیں ہوئی تو اس کی حماقت اور نادانی ہے۔ لیکن اگر وہ غور کرے تو اس کیلئے یہی بہتر تھا۔"

دوسری مثال

"اسی طرح پر اگر ایک بچہ آگ کے سرخ انگارے دیکھ کر ماں سے مانگے تو کیا مہربان اور شفیق ماں پسند کرے گی۔ کہ اس کو آگ کے انگارے دے دے۔ غرض بعض اوقات دعا کی قبولیت کے متعلق ایسے امور بھی پیش آتے ہیں۔ جو لوگ بے صبری اور بد ظنی سے کام لیتے ہیں۔ وہ اپنی دعا کو رد کرا لیتے ہیں"۔ (۱۲)

دعا مصیبت کے نزول سے قبل کرنی چاہیئے

"جو امن کے زمانہ کو عیش میں بسر کرتا ہے۔ اور مصیبت کے وقت دعائیں کرنے لگتا ہے۔ تو اس کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں۔ جب عذاب الٰہی کا نزول ہوتا ہے تو توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ پس کیا ہی سعید وہ ہے۔ جو عذاب الٰہی کے نزول سے پیشتر دعا میں مصروف رہتا ہے۔ صدقات دیتا ہے۔ اور امر الٰہی کی تعظیم اور خلق اللہ پر شفقت کرتا ہے۔ اپنے اعمال کو سنوار کر بجا لاتا ہے۔ یہی سعادت کے نشان ہیں۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اسی طرح سعید اور متقی کی شناخت بھی آسان ہوتی ہے"۔ (۱۳)

دعا کیلئے ضروری ہے کہ انسان اپنے ضعف کا خیال رکھے۔ "اور دعا کیلئے ضروری ہے کہ انسان اپنے ضعف اور کمزوری کا پورا خیال اور تصور کرے۔ جوں جوں وہ اپنی کمزوری پر غور کرے گا۔ اسی قدر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی مدد کا محتاج پائے گا۔ اور اسی

طرح پہ دعا کیلئے اس کے اندر ایک جوش پیدا ہوگا۔ جیسے انسان جب مصیبت میں مبتلاء ہوتا ہے۔ اور دکھ یا تنگی محسوس کرتا ہے۔ تو بڑے زور کے ساتھ پکارتا ہے اور چلاتا ہے۔ اور دوسرے سے مدد مانگتا ہے۔ اسی طرح اگر وہ اپنی کمزوریوں اور لغزشوں پر غور کرے گا۔ اور اپنے آپ کو ہر آن اللہ تعالیٰ کی مدد کا محتاج پائے گا۔ تو اس کی روح پورے جوش اور درد سے بیقرار ہو کر آستانہ الوہیت پر گرے گی۔ اور چلائے گی اور یا رب یا رب کہہ کر پکارے گی۔ غور سے قرآن کریم کو دیکھو تو تمہیں معلوم ہوگا۔ کہ پہلی ہی صورت میں اللہ تعالیٰ نے دعا کی تعلیم دی ہے۔

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولاالضالین"۔ (۱۴)

دعا کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت پر کامل ایمان ہونا چاہیے۔

"اذا سالک عبادی عنی فانی قریب یعنی جب میرے بندے میرے بارے میں تجھ سے سوال کریں کہ وہ کہاں ہے؟........ تو کہہ کہ میں قریب ہوں۔ قریب والا تو سب کچھ کر سکتا ہے دور والا کیا کرے گا؟........ اس لئے فرمایا کہ کہہ دو کہ میں قریب ہوں۔ پس یہ آیت بھی قبولیت دعا کا ایک راز بتاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت پر ایک کامل ایمان پیدا ہو اور اسے ہر وقت اپنے قریب یقین کیا جاوے۔ بہت سی دعائیں رد ہونے کا یہ بھی سر ہے۔ کہ دعا کرنے والا اپنی ضعیف الایمانی سے اپنی دعا مسترد کرا لیتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ دعا کو قبول ہونے کے لائق بنایا جاوے۔ کیونکہ اگر وہ دعا خدا تعالیٰ کی شرائط کے نیچے نہیں ہے تو پھر اس کو خواہ سارے نبی بھی مل کر کریں تو قبول نہ ہوگی۔ اور فائدہ اور نتیجہ اس پر مرتب نہیں ہو سکے گا"۔ (۱۵)

1۔ (برکات الدعا صفحہ 6)
2۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ 198)
3۔ (ایام الصلح صفحہ 28)
4۔ (ملفوظات جلد 6 صفحہ 93)
5۔ (الحکم جلد 8 نمبر 13 مورخہ 24 اپریل 1904ء)
6۔ (الحکم جلد 8 نمبر 13 مورخہ 24 اپریل 1904ء)
7۔ (دافع البلاء صفحہ 11)
8۔ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 415)
9۔ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 108)
10۔ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 198)
11۔ (برکات الدعا صفحہ 10)
12۔ ((ملفوظات جلد 4 صفحہ 435)
13۔ (ملفوظات جلد 4)
14۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ 412)
15۔ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 428)

(باقی آئندہ)

درخواست دعا

مکرم برادرم مقبول احمد صاحب (آف مغل پورہ) نمائندہ خالد و تشحیذ ضلع لاہور ماہ نومبر 1990ء سے پسلیوں کے نیچے درد کی وجہ سے بیمار ہیں۔ علاج جاری ہے احباب جماعت سے ان کی کامل شفایابی کے لئے دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔ (منیجر خالد و تشحیذ)

قسط نمبر 5

بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا

HOW THE WEST WAS WON — تلخیص و ترجمہ: پروفیسر راجا نصر اللہ خان صاحب

اب جنوب کی جانب پہاڑی سلسلہ شروع ہوگیا اور صحرا ان کے پیچھے رہ گیا۔ چوٹیوں پر برف نظر آتی تھی اور پہاڑیوں کے پہلو صنوبر کے درختوں سے ڈھکے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ کلیو قافلے کے آگے آگے چل رہا تھا تاکہ پڑاؤ کے لئے جگہ کا انتخاب کر سکے۔ آخر وہ ایک خوبصورت دامن کوہ کے پاس آکر رک گیا۔ اس جگہ ایک آبشار بھی بہہ رہی تھی اور اردگرد صنوبر کے درخت موجود تھے۔ وہاں پر گھاس، ایندھن اور صاف ستھرے پانی کی فراوانی تھی۔

ابھی سونے کی کانوں تک بہت فاصلہ باقی تھا اور سان فرانسسکو تو اور بھی دور تھا۔ کلیو کے دل میں خیال آیا کہ وہ ان سست رفتار قافلے والوں کے ساتھ وقت کیوں ضائع کرے جب کہ اس کے پاس ایک سبک رفتار گھوڑا موجود ہے کیوں نہ وہ صبح سویرے اٹھ کر اپنے چاق و چوبند گھوڑے پر روانہ ہوجائے اور "طلائی دروازے" پر جا پہنچے۔ اسے یہ بھی خیال آیا کہ گو اب للی اس کے ساتھ زیادہ نرم رویہ رکھتی ہے لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ وہ دل سے اس کے حق میں بدل چکی ہے۔ وہ انہی خیالوں میں گم تھا کہ قافلہ آن پہنچا اور وہ خچروں، آگ اور ایندھن کے کاموں میں مشغول ہوگیا۔ بعد میں جب وہ آگ کے گرد بیٹھے ہوئے تھے للی بولی "اب ہمارا سفر کچھ زیادہ باقی نہیں رہا"۔ کلیو نے کہا "جب ہم پہاڑیوں کے اس پار پہنچ جائیں گے تو میں آپ لوگوں کے لئے کارآمد نہیں رہوں گا۔ وہاں سے آپ لوگ باسانی اپنی منزل تک پہنچ سکتے ہیں"۔ للی کو یہ الفاظ بڑے معنی خیز لگے اور وہ سوچنے لگی کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ہمیں چھوڑ کر جا رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ کہنے لگی "ٹھیک ہے تم نے کافی رقم کمالی ہے۔ تم نے روزمرہ کی اجرت طے کی تھی لیکن تم نے اپنی ڈیوٹی سے زائد کام کیا ہے"۔ "میں کل روانہ ہوجاؤں گا۔ اب آپ لوگوں کو میری ضرورت نہیں"۔ للی نے کہا "میں نے تمہاری کتنی رقم ادا کرنی ہے۔ ہم لوگوں نے تو کوئی حساب نہیں رکھا تھا"۔ "تمہارے ذمہ میری کوئی رقم نہیں ہے۔ میرا سفر خرچ ساتھ ساتھ پورا ہوتا رہا ہے"۔ "تمہارا حق اس خرچ سے کہیں زیادہ بنتا ہے۔ تمہارے بغیر ہم اس خطرناک سفر کو طے نہیں کر سکتے تھے۔ جب ہندیوں نے حملہ کیا تو فقط تمہاری ہمت اور جرات سے اہل قافلہ محفوظ رہے۔ تم ہی نے یہ مصیبت دور کی اور اس افراتفری کے عالم میں ویگنوں کو دائرے کی شکل دی"۔

کلیو یکدم آگ کے آگے سے اٹھا اور دوسری طرف چل دیا۔ للی کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن وہ کچھ نہ بول سکی۔ اگیتھا نے للی سے کہا "تم اسے جانے دے رہی ہو" للی نے کہا "میں کیا کہہ سکتی ہوں"۔

نیند للی سے کوسوں دور تھی۔ وہ باوجود کوشش کے سو نہ سکی اور پھر اس نے ایک عجیب سی آواز سنی۔ کوئی بڑا سا جنگلی جانور ویگن کے باہر چکر لگا رہا تھا۔ للی کا ہاتھ پاس پڑی ہوئی رائفل کی طرف بڑھا لیکن وہ رائفل کو اٹھا نہ سکی۔ آواز مسلسل آرہی تھی اور پھر للی نے کلیو کے گھوڑے کے نتھنوں کی سرسراہٹ سنی۔ للی نے پکارا "کلیو! کلیو!" "میں یہ آوازیں سن رہا ہوں" کلیو نے جواب دیا۔ کچھ دیر کے لئے وہ آواز رک گئی لیکن جلد ہی دوبارہ شروع ہوگئی۔ پھر کسی بالٹی کے لڑھکنے کی آواز سنائی دی۔

اپنا پستول قابو کرکے کلیو نے نہایت ہوشیاری سے ویگن کے نیچے سے کھسکنا شروع کیا۔ پھر وہ اپنے پاؤں کے بل کھڑا ہوگیا۔ عین اسی لمحہ ایک بھاری بھرکم ریچھ کلیو کے عقب سے نمودار ہوا اور غصے میں غرغرانے لگا۔ کلیو نے بالکل قریب سے اس پر گولیوں کی بوچھاڑ کردی۔ ریچھ بھی بپھر کر اس پر حملہ آور ہوا۔ کلیو اس کے پنجے کے حملے سے تو بچ گیا لیکن ریچھ کے

وزن کی وجہ سے نیچے [illegible]

قابو میں رکھا۔ ریچھ غصے سے پاگل ہو رہا تھا اور باوجود بری طرح زخمی ہونے کے ایک بار پھر کلیو پر حملہ آور ہوا۔ کلیو نے ایک گولی اس کے پیٹ میں اتار دی۔ کیمپ میں ہر طرف شور و غوغا بلند ہونے لگا اور بہت سے لوگ مسلح ہو کر ویگن کے پاس پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے آگ کی روشنی میں دیکھا کہ ویگن کے پہیے کے پاس وہ ریچھ ڈھیر پڑا ہوا تھا۔

للی اور اگیتھا بھی اپنی ویگن سے باہر نکلیں۔ للی کی آنکھیں خوفزدہ تھیں۔ اس نے کہا "کلیو تم ٹھیک تو ہو نا؟" اور پھر اس نے یہ بھی کہا "کلیو تم ہمیں چھوڑ کر نہیں جاسکتے۔ اگر تم یہاں نہ ہوتے اور ریچھ ہم پر حملہ کر دیتا تو ہم اس سے کیسے بچ سکتے تھے؟"۔ کلیو بولا "ٹھیک ہے میں نہیں جاؤں گا۔ میں تم لوگوں کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا"۔

کھوٹے کھرے کی پہچان

ریمٹس فٹ گلچ جس کو عوام و خواص فقط ریبٹ کے نام سے جانتے ہیں ایک کٹی پھٹی گھاٹی ہوا کرتی تھی جہاں پر معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ کسی عظیم زمینی ہلچل یا زلزلے کی وجہ سے دو نیم ہو گیا تھا۔ اس گھاٹی کے کشادہ حصہ میں کچھ پتھر کے بنے ہوئے نشان اور سادہ سے جھونپڑے بھی موجود تھے جہاں سونے کے متلاشی اس وقت آجمع ہوتے جب انہیں سونا صاف کرنے کے عمل سے کچھ فرصت ملتی۔ کلیو ویلن اور للی پریسکاٹ اپنے گھوڑوں پر سوار بڑی احتیاط سے ان لوگوں کے درمیان سے گزر رہے تھے۔

اس وقت دوپہر کا وقت تھا اور زیادہ تر کان کن اپنی آستینیں اوپر چڑھا کر کام کر رہے تھے۔ ان میں سے اکثر نے بھرے اور چپٹے بوٹ پہن رکھے تھے جب کہ بعض لوگ ننگے پاؤں بھی کام کر رہے تھے۔ ان سب کی داڑھیاں بڑھی ہوئی تھیں۔ ان کے جسم ان دھلے تھے اور وہ لوگ مسلح تھے۔ المختصر وہ بے ہنگم، سخت جان اور اچھی فطرت کے لوگ تھے۔ ان میں سے ہر کوئی اس قدر خود مختار تھا جس قدر اس کی قوت بازو یا ہتھیار اس کا ساتھ دے سکتا تھا۔ چند یوم یا چند ہفتے قبل ان میں کوئی بھی ایک دوسرے سے شناسا نہیں تھا اور چند ہفتوں کے بعد ان میں سے ہر کوئی مزید سونے کی تلاش میں نئی منزل کی طرف چل دے گا۔

کلیو آگے آگے جا رہا تھا۔ للی بولی "میں سان فرانسسکو جاؤں گی اور ناب ہل کے مقام پر ایک گھر خریدوں گی۔ میں اپنی بگھی اور کوچوان رکھوں گی اور اپنے دل کے ارمانوں کے مطابق بہترین لباس اور کراکری خریدوں گی"۔ راستے میں ایک لمبا موڑ آیا اور دور آگے وہ اس گھاٹی کا دھانہ دیکھ سکتے تھے جہاں ان کی مطلوبہ سونے کی کان واقع تھی۔ وہ دونوں خاموشی سے گھوڑوں پر محو سفر رہے۔

پہاڑ پر چند درختوں کے نیچے ایک چھوٹی سی کٹیا تھی جس کے دروازے کے قریب ایک دراز میں ایک بوڑھا شخص بیٹھا تھا۔ چند فٹ آگے ایک ہندی عورت غلہ پیس رہی تھی۔ کلیو اور للی نے اس شخص کے قریب پہنچ کر اپنے گھوڑوں کو لگام دی اور کلیو اس بوڑھے شخص سے مخاطب ہوا "ہم ایک شخص مسٹر ہگنز کی تلاش میں ہیں"۔ بوڑھے نے کہا "تم نے اسے ڈھونڈ لیا ہے"۔ "میں للی پریسکاٹ ہوں" بوڑھے نے کہا "میں نے اندازہ لگا لیا ہے"۔ تب للی نے پوچھا "سونا کون نکال رہا ہے؟" بوڑھا بولا تم سونے کی بات کرتی ہو وہ تو مسٹر جوناتھن بروکس (جو سونے کی کان کا مالک تھا اور جس نے اپنی وصیت میں للی کا نام بھی درج کیا تھا) نے بیک وقت بیس بیس آدمی کام پر لگا کر خود ہی نکلوا لیا تھا"۔ کلیو نے للی کی طرف دیکھا۔ للی کا منہ صدمے سے بھینچا ہوا تھا۔ کلیو نے اپنے گھوڑے کا رخ موڑتے ہوئے کہا "تم اس کی باتوں پر اعتبار کرتی ہو یا میں ایک جائزہ لے لوں؟ مجھے تو اس کی باتیں صحیح معلوم ہوتی ہیں"۔ کچھ بولے بغیر للی نے بھی اپنے گھوڑے کا رخ موڑ لیا۔

یہ لمحے للی کے لئے بڑے صبر آزما تھے۔ وہ بری طرح مایوسی اور تنہائی کا شکار ہو رہی تھی۔ لیکن اب کلیو کی آنکھوں سے حرص و ہوا کے پردے ہٹ چکے تھے۔ اسے بے لوث خلوص اور سچی قدر و قیمت کا علم ہو گیا تھا۔ اس لئے اس نے للی کو بے سہارا نہ رہنے دیا اور وہ دونوں رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔

(باقی آئندہ)

یہ مشاعرہ دو ادوار پر مشتمل تھا- دور اول جس میں مقامی شعراء کا کلام سنایا گیا اس کا آغاز رات 30-7 پر تلاوت کلام پاک سے ہوا- اور بعد ازاں حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفہ المسیح الثانی صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود صاحب کا منظوم کلام ترنم سے پڑھا گیا- اس دور اول میں میر مشاعرہ ربوہ کے ایک بزرگ شاعر چودھری شبیر احمد صاحب تھے- اور سٹیج سیکرٹری کے فرائض محترم لئیق احمد عابد صاحب نے بطریق احسن انجام دئے- حسب روایت مشاعرہ سٹیج سیکرٹری نے اپنے کلام سے مشاعرہ کا آغاز کچھ اس طرح سے کیا-

عابد تیرے خیال دلبستاں کی خیر ہو
موتی بنا جو لفظ تیرے ہاتھ آ گیا

اس دور میں کل بارہ شعراء سٹیج کی زینت بنے اور حاضرین سے داد سخن وصول کرتے رہے- ہاں کسی کے حصہ میں کم اور کسی کے نصیب میں زیادہ- لئیق عابد کے بعد ربوہ کے بزرگ شاعر اکبر فانی نے ترنم سے اپنا کلام سنایا اور کسی کو یوں مخاطب کیا-

بن تیرے سونی گلیاں سونی سونی راتیں
سال مہینے موسم بدلے بیت گئیں برساتیں

جناب افضل عشرت نے اپنی مدھر آواز میں پنجابی نظم پیش کی اور اکبر فانی کے خیالات کو مزید واضح اور روشن کیا اور فرمایا

میں کلا نئیں لبھدا چن طاہر
تینوں لبھدے پھردے سارے نیں

اس طرح شاعروں کی اس لڑی میں ایک کے بعد ایک آتا گیا جناب مبارک ظفر نے کہا

اس نے اس پار بنایا ہے نشیمن اپنا
میں نے یادوں کا شہر یہاں بسا رکھا ہے

جناب طاہر ندیم فراق یار کا المیہ کچھ اس طرح بیان کر رہے تھے
پھر لذت دیدار کا طالب ہے زمانہ
گر مجھ سے ہے نفرت تو زمانے کے لئے آ

ان کے بعد حمید اللہ نصرت پاشا صاحب نے اپنے مخصوص اور ٹھہرے ہوئے لہجہ اور کھنک دار آواز میں ایک خوبصورت نظم سنائی-

تمہارے دل کے مندر میں ہے دھن دولت کا راج کا بت
اک بت چڑھتے سورج کا اک تخت اور اک تاج کا بت

اور ایک گھنٹہ جاری رہنے والے اس دور کا اختتام میر مشاعرہ کے کلام پر ہوا- آپ نے اپنی شیریں آواز میں فرمایا

رشک کے لائق ہیں یارو راہ معلی کے اسیر
کلمہ حق توحید اور حق و صداقت کے سفیر

دوسرا دور

رات ساڑھے آٹھ بجے جب آسمان پر تاروں کی بارات اتری تھی۔ "ایوان محمود" میں ملک کے نامور اور مایہ ناز اساتذہ نصف دائرہ کی صورت میں سٹیج پر لگی کرسیوں پر تشریف فرما ہوئے۔ وسیع ہال کی تمام نشستیں پر تھیں۔ اور لیڈیز انکلوژر میں وڈیو کے ذریعہ پروگرام براہ راست دکھایا جارہا تھا۔ اس دور میں اٹھائیس شعراء شامل تھے۔ نظریں شعرا کی طرف لگی ہوئی اور کان مشتاق تھے کہ اس دوران سٹیج سیکرٹری کی نشست جناب احمد مبارک صاحب نے سنبھالی اور اس کی صدارت کیلئے معروف شاعر تعلیم الاسلام کالج کے سابق پرنسپل استاذی مکرم جناب چودھری محمد علی صاحب سے درخواست کی گئی۔

میر مشاعرہ کی اجازت سے سٹیج سیکرٹری جناب احمد مبارک نے موثر اور جاندار آواز میں اپنی غزل پیش کی۔

تم ہمارے تھے عمر بھر کے لئے
عمر بھر یہ رہا گمان ہمیں
یہ زمیں جب ہمیں ستاتی ہے
چھاؤں دیتا ہے آسمان ہمیں

اک جل بوٹی کا مجھ سے اس تذکرہ
حسنِ خوشبودار کی باتیں کرے ہیں

احمد مبارک
11/1/91

مہمان شعراء میں اخلاق عاطف صاحب نے نہایت خوبصورت غزل سنائی

اڑ جائیں گے تصویر کے رنگوں کی طرح
ہم وقت کی ٹہنی پہ پرندوں کی طرح ہیں

ان کے علاوہ فرید احمد نوید، رفیع رضا، سید محمود احمد فہیم (جہلم)، راجہ نذیر احمد صاحب ظفر، یعقوب احمد صاحب (کھاریاں)، یونس خیال صاحب، یوسف سہیل شوق، عبدالکریم خالد، جاذب ناصری، محمد خالد اور سبط حسن ترمذی تشریف لائے اور اپنا اپنا کلام پیش کیا اور خوب داد پائی۔

روز و شب بڑھ کر ہوئے ماہ و سال زندگی
قید جتنی میں نے کاٹی میں رہا ہوتا گیا
اس قدر ارزاں کیا نام خدائے ذوالجلال
اس کا ہونا رفتہ رفتہ معجزہ ہوتا گیا

ان کے بعد عامر سہیل صاحب نے بالخصوص اپنے اس شعر پر ڈھیروں داد وصول کی۔

پرندے لوٹ آئیں گے گھروں کو ایک نہ ایک دن
چمن میں چار سو سر سبز تم برگ و شجر رکھنا

ان کے بعد لیہ کے نوجوان شاعر عارف ثاقب آئے اور یوں گویا ہوئے۔

یہ کون ہے جس نے میرے لفظوں پر روشنی کے چراغ رکھے
کوئی تو ہے جو گزر رہا ہے میرے خیالوں کی رہ گزر سے
میرے خدایا میری زمین پر یہ کیسے موسم اتر رہے ہیں
پرندے شاخوں سے اڑ رہے ہیں بدلتی رتوں کے ڈر سے

اور پھر پٹے بالوں والے شعیب جاذب نے مکافات عمل کا نقشہ یوں کھینچا

چہروں پر سجاؤگے اگر رات کی کالک
منہ دودھیا کرنوں سے کبھی دھو نہ سکو گے

کچھ ایسی سزا پاؤگے تم اپنے کئے کی
رونا بھی اگر چاہو گے تو رو نہ سکو گے

گزرو گے کبھی میں کہ بچا نہ سکو گے
سر پر اجالوں کے بھی سپرد نہ سکو گے

شعیب ثاقب سلیم
10/1/91

بعد ازاں سرگودھا سے آئے ہوئے اکرم محمود نے جدائی کے کٹھن لمحوں میں اپنی مصروفیات کا حال انوکھے انداز سے بتایا۔

خواب چنتے رہتے ہیں نقش بنتے رہتے ہیں
تیرے بعد بھی آخر کام تھے کچھ کرنے کو

انہیں شعراء میں جماعت کے معروف شاعر "الفضل" کے ایڈیٹر جناب نسیم سیفی صاحب یوں گویا ہوتے ہیں۔

یادوں کی بے نام سی الجھن کس کے نام کروں
اپنا روٹھا روٹھا تن من کس کے نام کروں

آپ کے بعد سٹیج سیکرٹری نے معروف شاعر مبارک عابد کا نام پکارا تو غزل سے پہلے ہی ہال داد تحسین دینے لگا۔ آپ نے اپنی سریلی اور مترنم آواز میں غزل پیش کی۔

کشادگی تو ملے لو کو تھرتھرانے کی
چراغ کیسے جلاؤگے طاق کیسا ہے
میں زخم زخم تھا عابد تو میرے اشکوں نے
اسی کا نام لکھا اتفاق کیسا ہے

ان کے بعد سٹیج سے جناب عبدالرزاق صاحب کا نام پکارا گیا آپ نے اعلیٰ کلام سنایا۔

جام خالی ہو رہے ہیں بڑھ رہی ہے تشنگی
آج اے ساقی تیری دریا دلی کو کیا ہوا
جب میرے شانوں سے اس کی زلف لہرانے لگی
مجھ کو اپنے پاؤں میں زنجیر کا دھوکا ہوا

اتار پھینکو غلامی کے سارے پیراہن
رہے بدن پہ فقط اک قبائے آزادی
وہ قوم اس کی بھلا کوئی قدر کیا جانے
کہ جس کو مل گئی بیٹھے بٹھائے آزادی

میں گردش میں بھی اپنی روشنی کا سکندر ہوں
مجھے دیکھو میں خاور ہوں مری روشنی بکھر دیکھو

حاجی محمد اسحاق خاور

آپ کے بعد ایک مہمان شاعر جناب سلیم اختر تشریف لائے۔

وہ بے دلیل بات کبھی مانتا نہیں
آؤ ہتھیلیوں پر ذرا سر ہی لے چلیں

اب باری تھی اسلام آباد کی معروف ادبی شخصیت "اور تلوار اس کے ہاتھ میں" کے خالق جناب اکبر حمیدی کی آپ نے حب الوطنی کے ضمن میں ارشاد فرمایا

وکیل دینے سے مطلب اپیل سے حاصل
یہاں تو فیصلے اس کا وکیل دیتا ہے
وہ اعتماد جو اپنی زمیں سے پاتا ہوں
نہ کوہ طور نہ دریائے نیل دیتا ہے

سب یہاں تجھ کو پانے آئے ہیں
ہم ہی خود کو گنوانے آئے ہیں
ہنسی آئے تو تیرے آنے کے
ورنہ کیا کیا زمانے آئے ہیں

ڈاکٹر ...
10/1/91

جناب غلام جیلانی اصغر صاحب سرگودھا۔ آپ نے اپنا کلام سنانے سے پہلے کئی ایک دلچسپ باتیں کیں۔ ایک طرف "ایوان محمود" ہال کی پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور دوسری طرف ربوہ کے احباب کے نظم و ضبط اور ادبی ذوق شوق کا ذکر فرمایا کہ اتنے افراد کی موجودگی میں تو اچھا بھلا مشاعرہ "مباحلہ" بن جاتا ہے لیکن اہالیان ربوہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ آپ نے امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کا بھی ذکر فرمایا اور ان سے وابستہ اپنی یادوں کا بھی ذکر فرمایا۔ لیجئے ان کا کلام بھی سنیئے۔

ملے بھی دوست تو اس طرز بیدلی سے ملے
کہ جیسے اجنبی کوئی اک اجنبی سے ملے
ہونٹ چپ چاپ سہی آنکھ کچھ کہہ جاتی
روٹھنے والے سلیقے سے تو روٹھے ہوتے

آپ کے بعد تشریف لائے ملک کے مشہور کالم نگار اور ڈرامہ نویس، مایہ ناز شاعر، منو بھائی۔ آپ نے پنجابی زبان میں ایک طویل ذو معنی دلچسپ نظم سنائی اور حاضرین اس سے خوب محظوظ ہوئے۔

منو بھائی
11.1.91

آپ کے بعد سٹیج سیکرٹری نے زحمت دی "ویران سرائے کا دیا" اور "چاند چہرہ ستارہ آنکھیں" والے عبیداللہ علیم صاحب کو جو کراچی سے تشریف لائے اور پہلے بھی آتے رہے۔ اور اپنا کلام اہالیان ربوہ کو سناتے ہیں اور کراچی سے ربوہ تک کے فاصلہ کو ختم کر کے دلوں میں جگہ بنا لیتے ہیں لیجیئے کلام سنیں اور دیر تک سر کو دھنیے۔

مٹی تھا میں خمیر تیرے ناز سے اٹھا
پھر ہفت آسمان میری پرواز سے اٹھا
اے شہسوار حسن یہ دل ہے یہ میرا دل
یہ تیری سرزمیں ہے قدم ناز سے اٹھا

محبتوں کے ساتھ
11/1/91

اس غزل کے بعد آپ نے اپنی ایک تازہ غزل سنائی، ایسی تازہ غزل جو کہ ہمارے دلوں کے زخم کو پھر تازہ کر گئی۔ ایک شعر ملاحظہ ہو۔

اے شخص تو جان ہے ہماری مر جائیں اگر تجھے نہ چاہیں
سو بار مریں تو تیری خاطر سو بار جئیں تو تجھ کو چاہیں

جناب علیم کے بعد ملک کے ایک اور عظیم شاعر جو شاعری میں اپنی پہچان آپ ہیں...... جناب شہزاد احمد کہتے ہیں۔

میں آنکھ سے ٹپکے ہوئے اک اشک کی مانند
بے مایہ بھی ہوں اور مری قیمت بھی بہت ہے
مشکل ہے بہت جادہ منزل کا تعین
اور مجھ کو بھٹک جانے کی عادت بھی بہت ہے

شہزاد احمد
11/1/91

آپ کے بعد تشریف لائے ملک کے نامور شاعر...... حق و صداقت کا علمبردار...... ظلم کے خلاف آواز اٹھانے والا...... حبیب جالب

انہوں نے ترنم سے اپنا کلام پیش فرمایا اور باتوں باتوں میں اپنے شیریں الفاظ میں بڑی تلخ حقیقتیں بتاگئے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

ہم کو ستمگروں سے بچاتا نہیں کوئی
اور اب تو آسماں سے بھی آتا نہیں کوئی
بن بن کے پھر رہے ہیں ہمارے وہ چارہ گر
جن کا ہم اہل درد سے ناطہ نہیں کوئی

آپ نے "جمہوریت نہ آئی" کے عنوان سے اپنی ایک نظم بھی پیش کی۔ اس کا ایک بند ملاحظہ فرمائیں۔

چڑھ آئیں ہم پہ فوجیں، طوفاں کی جیسے موجیں
کچھ بھی رہا نہ باقی، ساغر، سبو نہ ساقی
کیا کیا ہوئی نہ بجائی، دنیا میں جگ ہنسائی
جمہوریت نہ آئی

اپنا وہی ہے عالم، گزری نہیں شب غم
جو شمع تھی جلائی، "اک شخص" نے بجھائی
جمہوریت نہ آئی

اور ان کے نزدیک وہ "شخص" ہم پر مستقل مسلط ہے۔ ان کی نظم کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

ہمارے سر پہ مسلط ہے مستقل اک شخص
ازل سے لوٹ رہا ہے سکون دل اک شخص
بڑی ڈھٹائی سے بیٹھا ہے اب بھی مسند پر
کئے پہ اپنے نہیں اب بھی منفعل اک شخص

اور اپنے کلام کو اس "دعا اور آرزو" پر ختم کیا۔

تجھے کبھی تو چلتا دیکھیں اے قدرت کی لاٹھی چل
ظلم کے ہاتھوں کانپ رہے ہیں شہر و قریہ دشت و جبل

اور اب رات کافی گزر گئی تھی لیکن ابھی بھی "بڑے شوق سے سن رہا تھا زمانہ"...... سامعین تو منتظر تھے ایک خوبرو شخصیت، شاعری میں اپنا منفرد اور حسین مقام رکھنے والے...... جناب قتیل شفائی کے۔ جنہوں نے اپنا خوبصورت کلام سنایا۔

قتیل شفائی

بالآخر طویل انتظار کے لمحات گزارنے کے بعد...... "دل تھام کے بیٹھو اب میری باری آئی"...... میر مشاعرہ جناب چوہدری محمد علی صاحب...... جن کے بارے میں کہا گیا یہ فقرہ ہمیشہ یاد رکھا جائیگا، آب زر سے لکھا جانے والا فقرہ...... جو کہ آپ کا تعارف اور مقام خود متعین کر دیتا ہے...... وہ یہ کہ "ایک زمانے میں ایک سے زیادہ محمد علی پیدا نہیں ہوا کرتے"۔

آپ نے اپنی ایک مشہور نظم تنہائی پیش فرمائی۔ (یہ مکمل نظم شامل اشاعت ہے) آپ کے کلام کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

صلہ کوئی تو سر اوج دار دینا تھا
نہیں تھا پھول تو پتھر ہی مار دینا تھا
وہ اک حسین تھا اس عہد کے حسینوں میں
لے کسی نے تو کافر قرار دینا تھا

(اس شعر پر محترم چوہدری صاحب نے فرمایا کہ "اس حسین" نے یعنی حضرت امام جماعت احمدیہ نے خود ہی اس شعر کی اصلاح اس طرح فرمائی کہ

لے تو لاکھوں نے کافر قرار دینا تھا

اور ایک شعر اور ملاحظہ فرمائیں

ہمیں بھی عہد کے انجام سے تھی دلچسپی
کہ ہم فقیروں کا اس نے ادھار دینا تھا

خوشبوؤں میں سبھی تیری ہی خوشبو تھی دلنواز
پھولوں میں پھول تیرے ہی رخ کا گلاب تھا

محمد علی
12.2.91

محترم چوہدری صاحب کلام سنا رہے تھے اور حاضرین بڑے اشتیاق سے سن رہے تھے کہ منتظمین نے بتایا کہ ہمارے وقت پر بھی پابندی ہے۔ لاؤڈ سپیکر کی اجازت صرف بارہ بجے تک ہے۔ لہٰذا محفل مشاعرہ کو اسی پر موقوف کرنا پڑا

موقوف غم میر کہ شب ہو چکی ہمدم
کل رات کو باقی یہ افسانہ کہیں گے

(مرتبہ: مکرم نصیر احمد انجم)

آپ نے پوچھا

سوال نمبر۱۔ شب برات کی شرعی حیثیت اور اہمیت کیا ہے؟

جواب۔ آج کل شب برات جس طرح منائی جا رہی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت نہیں۔ ہاں 15 شعبان کو خاص دعا کرنے کے بارے میں بعض روایات ملتی ہیں۔ شعبان میں دعاؤں کا بطور خاص اہتمام دراصل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رمضان کی تیاری کے طور پر تھا۔ شب برات میں پٹاخے اور ناچ گانے وغیرہ ہندوانہ رسوم ہیں۔ ایک روایت میں آیا ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اذا کان لیلۃ النصف من شعبان قوموا لیلتھا و صوموا یومھا فانّ اللہ ینزل فیھا لغروب الشمس الی السماء الدنیا فیقول الامستغفر فاغفرلہ الامسترزق فارزقہ

فرمایا جب نصف شعبان کی رات ہو تو اس رات کو قیام کرو (نماز نوافل وغیرہ) اور اس کے دن کو روزہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ سورج غروب ہونے کے ساتھ اس رات نچلے آسمان کی طرف اترتا ہے اور کہتا ہے سنو کیا کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ میں اسے بخش دوں، کیا کوئی رزق مانگنے والا ہے کہ میں اسے رزق دوں۔

اذا کان لیلۃ النصف من شعبان یغفراللہ الذنوب اکثر اکثر من عدد شعر غنم، کلب

فرمایا جب نصف شعبان کی رات ہوتی ہے اللہ تعالیٰ گناہ بخشتا ہے بکری یا کتے کے بالوں سے بھی زیادہ۔

سوال نمبر۲۔ جب آتھم کی معیاد میں ایک دن باقی رہ گیا تو حضرت مسیح موعود۔۔۔نے کچھ چنے دو دوستوں کو دئے کہ ان پر فلاں سورۃ کا وظیفہ کرکے کسی غیر آباد کنویں میں ڈال دیں اور واپس لوٹ آئیں اور مڑ کر پیچھے بھی نہ دیکھیں۔ جب حضرت مسیح موعود۔۔۔کو یقین تھا پیشگوئی کے پورا ہونے کا تو یہ عمل کیوں کیا؟ آیا ایسا کوئی عمل شرعی حیثیت رکھتا ہے۔ (اصغر علی میانوالی بنگلہ ضلع سیالکوٹ)

جواب۔۱۔ ردّ بلا کے طور پر اہل اللہ کبھی کبھار ایسا کرتے ہیں اور ان کا یہ فعل کسی خدائی اشارہ کے ماتحت ہوتا ہے یہ ہر شخص کا کام نہیں۔ چالیس دن کا چلہ یا اسی قسم کا کوئی عمل وہ خدا تعالیٰ کی رہنمائی اور اشارے سے کرتے ہیں۔ نیز خاص موقع پر خاص احباب کو کہا ہے یہ عمومی بات نہیں ہے۔

۲۔ پیشگوئی کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں اتفاقاً وہ دن پیشگوئی کا بھی تھا اور نہ کوئی قرینہ موجود نہیں کہ پیشگوئی کے سلسلہ میں ایسا کروایا ہے۔ جب کہ اس کے برعکس یہ روایت ملتی ہے کہ آپ نے لوگوں کو پیشگوئی کے بارے میں اس دن دعا سے بھی سختی سے منع فرمایا۔

نیز ایک روایت میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضور نے کشف میں یہ نظارہ دیکھا تھا لہٰذا اسے ظاہری شکل میں بھی پورا کر دیا گیا۔ کیونکہ خواب میں چنے دیکھنا غم کی طرف اشارہ ہوتا ہے اس لئے اس خواب کے کسی تکلیف دہ شکل میں پورا ہونے کے دفاع کے طور پر ظاہری شکل میں پورا کیا ہے۔

اخبار مجالس

لاہور

مجلس وحدت کالونی میں ماہ ستمبر میں ایک تربیتی اجلاس ہوا جس میں 97 خدام، 39 اطفال اور 51 انصار شامل ہوئے۔ عشرہ تربیت بھی منایا گیا۔ اس دوران اجتماعی نماز تہجد بھی ادا کی گئی جس میں 69 خدام شامل ہوئے۔

103 خدام نے ماہانہ کتاب کا مطالعہ کیا۔ خدمت خلق کے تحت ایک لیکچر کا اہتمام کیا گیا اور 6 خدام نے 6 بوتل خون دیا۔

گنج مغل پورہ

قادیان جانے والے مہمانوں کی اس مجلس کے خدام کو بھی 6 دن خدمت کرنے کی سعادت ملی۔ اسی طرح بانڈو گجر میں ہونے والے جلسہ 22 دسمبر پر بھی خدام نے خدمت خلق کے تحت ڈیوٹی دی۔

10 خدام نے سائیکل سفر میں حصہ لیا۔ مجلس کے ایک خادم نے ایک مہینہ فری ڈسپنسری کے تحت 95 مریضوں کو دیکھا۔ 4 خدام نے 6 بوتل خون دیا۔ مجلس نے ایک ہفتہ تربیت منایا جس میں اجتماعی نماز تہجد اور روزے کا اہتمام کیا گیا۔

گلشن پارک

ہفتہ تربیت منایا گیا جس دوران 93 خدام اجتماعی نماز تہجد میں شامل ہوئے۔ 50 خدام نے روزہ رکھا۔ قادیان کی یاد میں ایک جلسہ کیا گیا جس میں 81 خدام شامل ہوئے۔ ایک فری میڈیکل کیمپ لگایا گیا جس میں 154 مریضوں کو 1200 روپے کی ادویات مفت مہیا کی گئیں۔ صحت جسمانی کے تحت تین سائیکل سفر ہوئے جس میں 45 خدام نے 1640 کلو میٹر سفر کیا۔

عزیز آباد (کراچی)

21 دسمبر کو سائیکل سفر کا اہتمام کیا گیا جس میں 53 خدام نے 15 کلو میٹر کا فاصلہ طے کیا۔

اسٹیل ٹاؤن (کراچی)

ماہ دسمبر میں ہفتہ تربیت منایا گیا جس دوران تین مرتبہ اجتماعی نماز تہجد ادا کی گئی اور تین مرتبہ سیر کا پروگرام بنایا گیا۔ ایک بکسٹال لگایا گیا۔

مقابلہ حسن کارکردگی بین المجالس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی میں مجلس ہذا دوم قرار پائی۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز مبارک کرے۔

خوشاب

مجلس ضلع خوشاب کا ساتواں سالانہ اجتماع 4 ستمبر کو ہوا جس کا افتتاح صدر صاحب نے فرمایا۔ اس میں علمی ورزشی مقابلہ جات بھی ہوئے۔ صدر صاحب نے انعامات تقسیم فرمائے۔

اس دوران ایک جلسہ سیرت النبی بھی منعقد کیا گیا جس میں حافظ مظفر احمد صاحب اور مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے خطاب فرمایا۔

جل بھٹیاں

مورخہ 90۔ 12۔ 21 کو بعد نماز جمعہ تربیتی جلسہ منعقد ہوا۔ خدام و اطفال و انصار کی کل حاضری 414 افراد پر مشتمل تھی۔ ان میں 136 مہمان بھی شامل تھے۔ یہ جلسہ 4 بجے تک جاری رہا۔ 10 خدام 15 اطفال 5 انصار نے دو روز ساڑھے چار گھنٹے کام کر کے مثالی وقار عمل کیا۔ جلسہ گاہ اور گلیوں کی صفائی کی گئی اور جھنڈیاں وغیرہ لگائی گئیں۔ علماء کرام نے تربیتی امور پر تقاریر کیں۔

پکہ نوانہ

90۔ 12۔ 21 کو بعد نماز جمعہ تربیتی جلسہ منعقد ہوا۔ کل حاضری 182 تھی جن میں 24 مہمان شامل تھے۔ خدام و اطفال نے مثالی وقار عمل کیا۔ پروگرام ساڑھے تین بجے تک جاری رہا۔ مرکزی علماء نے تقاریر کیں۔

احمد آباد مانگرہ

مورخہ 90۔ 12۔ 26 بعد نماز ظہر تربیتی جلسہ منعقد کیا گیا۔ کل تعداد 221 افراد پر مشتمل تھی۔ 2 مہمان بھی شامل ہوئے۔ خدام و اطفال نے مثالی وقار عمل کیا۔ علماء کرام نے نصیحت آموز تقاریر کیں۔

چک نمبر ۱۰/۲. L

مورخہ 90۔ 12۔ 27 کو بعد نماز ظہر تربیتی جلسہ منعقد ہوا۔ کل حاضری 168 افراد پر مشتمل تھی۔ اس میں 57 مہمان شامل تھے۔ خدام و اطفال اور انصار نے مثالی وقار عمل کے ذریعہ جلسہ گاہ اور ارد گرد کی جگہ کی صفائی کی۔ یہ جلسہ ساڑھے تین بجے شام ختم ہوا۔

جھنگ صدر

مورخہ 90۔ 12۔ 28 کو بعد نماز جمعہ تربیتی جلسہ ہوا۔ خدام، اطفال، لجنات، انصار کی تعداد 315 افراد پر مشتمل تھی۔ علماء کرام نے جو مرکز سے تشریف لائے نصیحت آموز اور ایمان افروز تقاریر کیں۔ یہ جلسہ 4 بجے شام ختم ہوا۔ نماز تہجد اور نفلی روزے رکھے گئے۔

نھنہ شیریکا

مورخہ 90۔ 12۔ 28 کو بعد نماز جمعہ تربیتی جلسہ منعقد ہوا۔ جھنگ صدر کے خدام، اطفال، انصار و لجنات نے شمولیت کی۔ کل حاضری 287 افراد پر مشتمل تھی جن میں سے 27 مہمان بھی شامل تھے۔ جلسہ کے لئے ماہ دسمبر میں 4 دفعہ مثالی وقار عمل ہوا جس میں ہر دفعہ 20 خدام و اطفال نے شمولیت کی۔ احمدیہ بیت الصلوۃ میں ایک فٹ تک بھرتی کی۔ مربی صاحب کے کمرہ کی مرمت اور صفائی کی۔ گلیوں اور جلسہ گاہ کے ارد گرد صفائی کی گئی۔ علماء کرام نے ایمان افروز تقاریر کیں۔ (28 جنوری تک موصول ہونے والی رپورٹس کا خلاصہ)

کھیل کے میدان سے

مکرم طارق محمود ناصر۔ صدر شمالی

کرکٹ

آسٹریلیا اور برطانیہ کا طویل دورہ اختتام کو پہنچا۔ یہ دورہ یک طرفہ ثابت ہوا۔ آسٹریلیا نے یہ سیریز دو صفر سے جیت لی۔ آسٹریلیا کی طرف سے بہت سے ریکارڈ بنے۔ یہ دورہ خاص طور پر مارک واہ کے لئے بہترین ثابت ہوا۔ جنہوں نے اپنے پہلے ہی ٹیسٹ میں سنچری بنانے کا اعزاز حاصل کیا۔ اس کے علاوہ کافی عرصہ سے ناکام چلے آنے والے برطانوی بلے باز ڈیوڈ گاور ایک مرتبہ پھر بھرپور فارم میں نظر آئے انہوں نے اس سیریز میں 8000 رنز بھی مکمل کئے۔ باولنگ کے شعبہ میں بروس ریڈ انگریز بلے بازوں پر حاوی رہے۔

سری لنکا بمقابلہ نیوزی لینڈ

کیوی اور سری لنکا کے درمیان حال ہی میں ٹیسٹ سیریز کا آغاز ہوا ہے۔ پہلے ٹیسٹ میں بظاہر سری لنکا کا پلہ بھاری نظر آرہا تھا۔ لیکن کپتان مارٹن کرو کے عمدہ 299 رنز نے کیوی ٹیم کو ایک یقینی شکست سے بچا لیا۔ اور سری لنکا کا میچ جیتنے کا خواب پورا نہ ہوسکا

برطانیہ کی ایک اور شکست

آسٹریلیا سے شکست کے بعد برطانیہ کی کرکٹ ٹیم نیوی لینڈ کے مختصر دورہ پر آئی لیکن ناکامی ایک مرتبہ پھر برطانیہ کا مقدر ہوئی اور کیوی ٹیم نے یہ ون ڈے سیریز دو ایک سے جیت لی۔

متفرق خبریں

سکوائش کے بے تاج بادشاہ جہانگیر خان نے اپنے برٹش اوپن میں شرکت کا اعلان کر دیا ہے۔

ٹینس کے مشہور کھلاڑی اسٹیفن ایڈبرگ صرف 17 نمبر کے فرق سے نمبر ایک کھلاڑی بن گئے ہیں۔

823265
811988

MONTHLY **KHALID** RABWAH

Regd. No: L 5830 Digitized By Khilafat Library Rabwah MARCH 1991

EDITOR:- MUBASHIR AHMAD AYAZ